CamScanner

بشریٰ احمد

NOVELS JAHAN.COM

نجاتِ دل کا عالم

آخری پرچہ دینے کی خوشی اس وقت ماند پڑ گئی جب گھر واپسی پر امی نے اطلاع دی کہ انہیں تھوڑی دیر بعد بھاول پور کے لیے نکلنا ہے۔

''میں نے تمہارے بابا کے اور اپنے کپڑے بیگ میں رکھ لیے ہیں۔ تم اپنی اور عیشا کی پیکنگ کرلو۔ بس آدھے، پونے گھنٹے تک ہم نکل رہے ہیں۔'' انہوں نے عجلت بھرے انداز میں اسے بتایا تھا۔

''لیکن ہم سب کیوں جارہے ہیں۔ میرا مطلب ہے اگر بابا اور آپ چلے جائیں۔ دادی جان کی طبیعت کیا زیادہ خراب ہے؟'' اسے ددھیال جانے کے تصور سے ہی ہول اٹھنے لگتے تھے، میمونہ نے اس کی حواس باختہ شکل پر ایک نگاہ ڈالی۔

''بیٹا! تمہاری دادی جان کی طبیعت زیادہ خراب ہے اسی لیے تو ہم اتنی عجلت میں نکل رہے ہیں دعا کرو وہ جلد صحت یاب ہوجائیں تو ہم دو چار دن میں واپس آجائیں گے۔'' انہوں نے اسے نرمی سے سمجھایا۔

''اگر میں اور آپی خالہ جان کے ہاں رہ لیتے اور آپ دونوں وہاں کا چکر لگا لیتے۔'' پیچھے سے عیشا نے آکر گویا انابیہ کے دل کی بات کردی۔

''عیشا، انابیہ بیٹا! آپ لوگ اتنے سنگ دل اور کٹھور ہوں گے مجھے ہرگز اندازہ نہیں تھا۔ وہ آپ کے بابا کی ماں ہیں، اپنے بابا کی پریشانی کا احساس کرو۔ دل پر جبر کرکے چند دن کے لیے وہاں چلی جاؤ گی تو کوئی قیامت تو نہیں آجائے گی۔'' میمونہ اب بیٹیوں پر ٹھیک ٹھاک خفا ہوگئی تھیں۔ وہ دونوں چپکی کھڑی رہیں۔

''کتنے عرصے سے تمہارے بابا وہاں تم دونوں کو نہیں لے کر گئے، انہیں تمہارے جذبات کا تم سے زیادہ خیال رہتا ہے لیکن اب موقع محل کی نزاکت کو سمجھو۔ تمہارے بابا پہلے ہی بہت پریشان ہیں اگر انہیں اندازہ ہوگیا کہ تم دونوں وہاں جانے پر راضی نہیں ہو تو وہ ذہنی طور پر مزید الجھ جائیں گے۔'' اس بار میمونہ نے رسانیت بھرے لہجے میں بیٹیوں کو سمجھایا۔

''ٹھیک ہے امی آپ ٹینشن نہ لیں۔ میں پیکنگ کرتی ہوں۔'' انابیہ فرماں برداری سے کہتے ہوئے اور عیشا کے مشترکہ کمرے میں گھس گئی۔

''آپی! پہلے جلدی سے کھانا کھالیں آپ صبح بھی برائے نام ناشتہ کرکے گئی تھیں۔'' عیشا کھانے کی ٹرے لیے اس کے پیچھے آئی۔

''ہاں رکھ دو۔ کھاتی ہوں۔ بابا اور امی نے کھالیا؟'' اس نے پوچھا۔

''امی نے دو چار نوالے لیے تھے لیکن بابا تو جب سے وہاں فون ہی کیے جارہے ہیں۔ تایا جان سے ان کا مستقل رابطہ ہے۔ دادی جان آئی سی یو میں ہیں۔ اللہ انہیں شفا دے۔'' عیشا دھیرے سے بولی تھی۔

''آمین۔'' مومنہ نے دل سے کہا۔ دادی سے زیادہ اسے اپنے باپ کی پریشانی کا خیال تھا سو دل سے ان کی صحت یابی کی دعا کی۔

☆☆☆

''امی نے خالہ کو فون کردیا تھا۔ اویس بھائی تھوڑی دیر تک پہنچ جائیں گے۔ وہ ہی ہمیں بس ٹرمینل

مکمل ناول

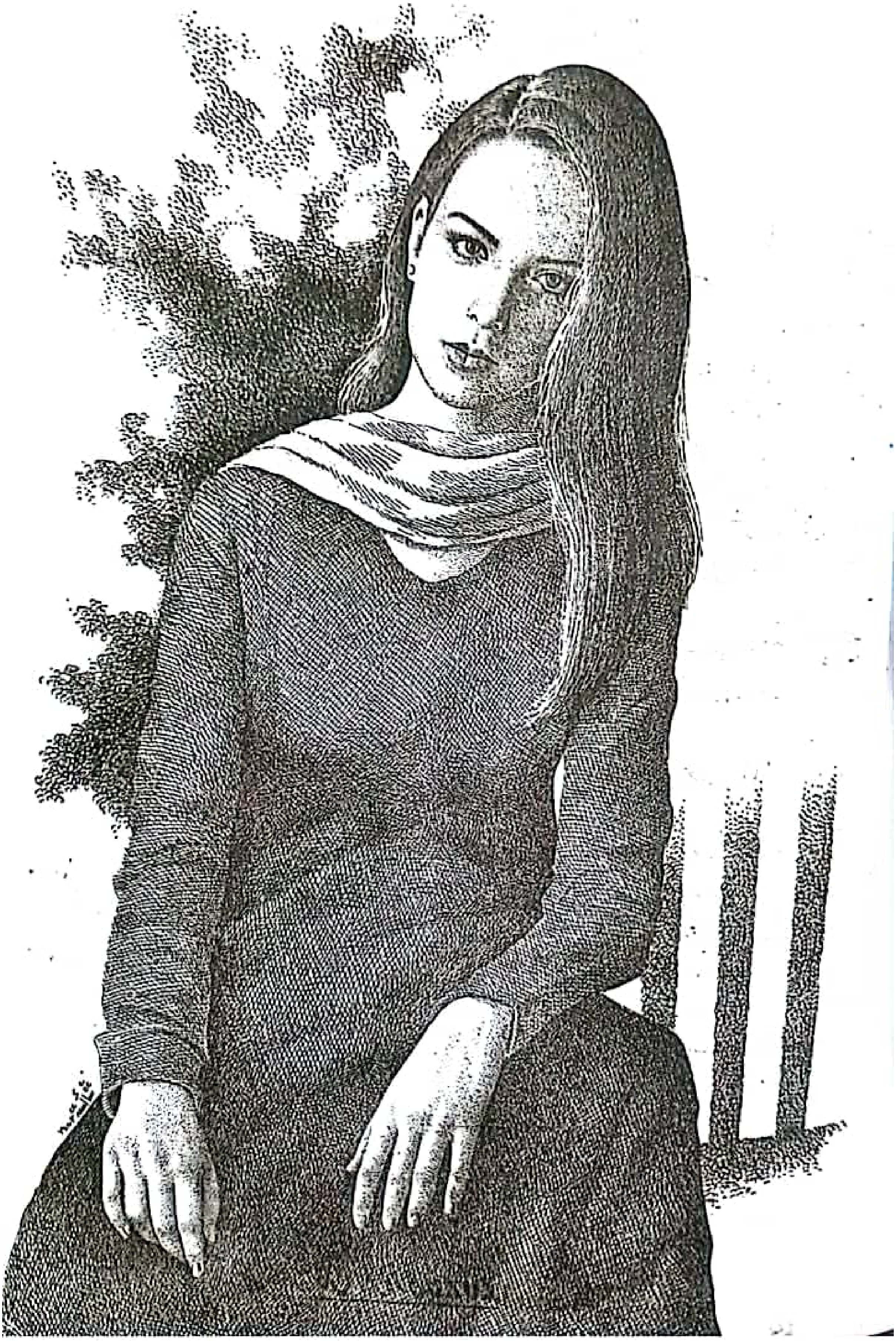

پر چھوڑیں گے۔" عیشا نے بتایا۔

انابیہ نے سر ہلا دیا۔ ابھی پرسوں ہی تو اس کی اویس سے فون پر بات ہوئی تھی وہ اس سے اس کے آخری پیپر کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔

"بس تم اپنا آخری پیپر دے لو پھر اپنا بیگ تیار کر لینا۔ میں تمہیں لینے آ جاؤں گا۔ ہفتہ دس دن تمہیں ہماری طرف رہنا ہے۔"

اویس نے اسے باور کروایا تھا۔

"دس دن بہت ہیں اویس بھائی میں دو گھنٹے لگا کر آپ کی کپڑوں کی الماری ٹھیک کر دوں گی اور دو دن میں آپ کے من پسند سارے کھانے بنا کر فریز کر دوں گی۔ ایک دن مالی کے سر پر کھڑی ہوں گی تو لان کی شکل سنور جائے گی۔ یقین کریں تین دن کے اندر سارا کام نبٹ جائے گا۔"

اس نے ہنس کر اویس کو مخاطب کیا۔ خالہ کو گھٹنوں اور جوڑوں کے درد نے عاجز کر رکھا تھا۔ گھر ملازموں کے حوالے تھا انابیہ جاتی تو گھر کے بگڑے معاملات سدھر جاتے لیکن اس بار اس کا بہت دنوں سے جانا نہیں ہوا تھا شاید اسی لیے اویس اسے لے جانے کا پروگرام بنائے بیٹھا تھا لیکن وہ اس کی بات سن کر خفا ہوا۔

"کبھی جو تم نے میرے جذبات کا خیال کیا ہو۔ تمہارا خیال ہے میں ملازموں کی سپرویژن کے لیے تمہیں لے کر جاؤں گا۔ یاد آ رہی تھیں تم۔ عیشا اور خالہ نے تو تین چار بار چکر لگا لیا ہے تمہیں آئے ہوئے بہت دن ہو گئے تھے اسی لیے سوچا تمہیں ہفتے بھر کے لیے لے جاؤں گا۔"

"ٹھیک ہے اویس بھائی میں پیکنگ کر لوں گی آپ آ کر لے جایئے گا۔" وہ مسکرا کر بولی۔

کیا خبر تھی کہ آخری پیپر دینے کے بعد پیکنگ تو کرنی پڑے گی مگر کہیں اور جانے کی۔

ددھیال جانے کا تصور ان دونوں بہنوں کے لیے کبھی بھی بہت خوش کن نہ رہا تھا۔ وہاں نہ تو کوئی انہیں پسند کرتا تھا ناں ہی ان کی ماں کو۔ اس ناپسندیدگی کا احساس انہیں بہت بچپن میں ہی ہونے لگا تھا۔ دادی ان سے ہمیشہ تیوریاں چڑھا کر بات کرتی تھیں۔ تائی جان بھی بنا بات کے جھڑک دیتیں۔

سارہ ان کی ہم عمر تھی لیکن تائی جان سارہ کو بھی ان کے ساتھ نہ کھیلنے دیتیں۔ معاذ، شیراز تو خیر لڑکے تھے۔ ان کی دلچسپیاں ہی الگ تھیں۔ وہ لوگ جتنے دن وہاں رہتے انابیہ اور عیشا ماں کے ساتھ ہی چپکی رہتیں۔ میمونہ ساس اور جیٹھانی کا دل جیتنے کی اپنی سی کوشش میں لگی رہتیں لیکن دادی جان اور تائی اماں کو اس گھر میں ان کا وجود ہی گوارا نہ تھا۔ میمونہ سامنے ہوتیں تو ان دونوں کے چہرے کے زاویے بگڑے ہی رہتے۔

انابیہ دس سال کی تھی جب اس نے پہلی بار باپ سے اس بارے میں بات کی۔

"ابو جی! کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ اس بار ہم عید اپنے گھر میں ہی منائیں۔"

لئیق نے بیٹی کو گہری نگاہوں سے دیکھا جبکہ میمونہ اس کی بات سن کر بری طرح پریشان ہو گئی تھیں۔

"انابیہ، بری بات بیٹے۔ ایسے نہیں کہتے۔"

انہوں نے اسے فوراً ٹوکا تھا۔

"ہمیں وہاں بالکل مزہ نہیں آتا۔ وہاں نہ تو کوئی ہمیں پیار کرتا ہے نہ ہی کوئی آپ کو پسند کرتا ہے امی! وہ سب لوگ صرف ابو جی سے ہنس کر بات کرتے ہیں تو صرف ابو جی ہی وہاں جایا کریں گے میں اور عیشا تو وہاں بالکل نہیں جانا چاہتے۔" اس نے ماں کی گھوریوں کے باوجود جی کڑا کر کے کہہ ڈالا تھا۔ لئیق خاموش تھے۔

"آپ فکر نہ کریں میں سمجھاؤں گی اسے۔" میمونہ شوہر کے سامنے شرمندہ تھیں۔

"نہیں میمونہ! میری بیٹی کو مت ٹوکو۔ سمجھنے کی ضرورت اسے نہیں مجھے ہے، واقعی جس گھر میں میری بیوی اور بیٹیوں کو ان کا جائز مقام نہیں دیا جا رہا۔ مجھے

CS CamScanner

بار بار تم لوگوں کو وہاں نہیں لے کر جانا چاہیے۔ میری بیٹیاں حساس ہیں اور سمجھ دار بھی انہیں رویوں کو پرکھنا آ گیا ہے اور میں نہیں چاہتا کہ کوئی ان کی عزت نفس اور انا کو مجروح کرے، چاہے وہ میرے اپنے ہی کیوں نہ ہوں۔" وہ خود کلامی کے سے انداز میں بول رہے تھے پھر انابیہ کو دیکھ کر مسکرائے۔

"ٹھیک ہے بیٹا! اس بار ہم عید یہاں ہی منائیں گے۔ عید کے اگلے روز میں آپ کی دادی جان سے ملنے اکیلا جاؤں گا۔ ایک دو دن آپ لوگ اپنی خالہ جان کے ہاں رہ لینا۔" انہوں نے فوری پروگرام ترتیب دیا تھا۔ انابیہ کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔

"آپ اکیلے نہیں جائیں گے، میں آپ کے ساتھ جاؤں گی بچیاں رہ لیں گی آپا کے ہاں۔"

میمونہ فوراً بول اٹھی تھیں۔ لئیق احمد نے بیوی پر محبت پاش نگاہ ڈالی اور اثبات میں سر ہلا دیا۔

اس کے بعد انابیہ اور عیشا کا ددھیال جانا بہت کم ہو گیا تھا۔ لئیق خود باقاعدگی سے گھر کا چکر لگاتے کبھی کبھار اصرار کر کے میمونہ بھی ساتھ چلی جاتیں۔

عید، تہوار پر ان کا جانا یقینی ہوتا تھا۔ ایسے میں انابیہ اور عیشا خالہ کے ہاں رہ لیتیں۔ سال، ڈیڑھ سال میں میمونہ بیٹیوں کو زبردستی اپنے ساتھ وہاں لے جاتیں۔ اب وہاں بچپن والی ڈانٹ ڈپٹ تو نہ ہوتی لیکن لاتعلقی اور گریز بھرا رویہ برقرار تھا۔

لئیق بیٹیوں کو زیادہ آزمائش سے دوچار نہ کرتے اور دو دن بعد واپس ہو لیتے۔ جب سے عیشا اور انابیہ کی پڑھائیوں کا شیڈول ٹف ہوا تھا یہ کبھی کبھار کا آنا جانا بھی تقریباً ختم ہو گیا تھا۔

☆☆☆

آج بہت عرصے بعد انابیہ اور عیشا ددھیال جا رہی تھیں۔ باپ کی پریشان شکل دیکھ کر دونوں دل ہی دل میں دادی کی صحت یابی کے لیے دعا گو تھیں ساڑھے چار گھنٹے کے سفر میں لئیق احمد نے دس بار بڑے بھائی کو فون کر کے ماں کی خیریت پوچھی تھی۔

تایا جان نے ان لوگوں کو پک کرنے کے لیے بس ٹرمینل پر معاذ کو بھیج رکھا تھا۔

"بیٹا پہلے مجھے ہاسپٹل چھوڑ دو پھر اپنی چچی وغیرہ کو گھر لے جانا۔"

"بہتر چچا جان!" اس نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔ اور جس وقت اس نے انہیں ہاسپٹل ڈراپ کیا میمونہ نے بھی ان کے ساتھ اترنا چاہا۔

"میں بھی اماں کو ایک نظر دیکھ لوں۔" انہوں نے شوہر سے اجازت چاہی۔

"اماں آئی سی یو میں ہیں۔ کسی کو ملنے کی اجازت نہیں۔ تم فی الحال بچیوں کے ساتھ گھر جاؤ۔ بس دعا کرنا اماں ٹھیک ہو جائیں۔" ان کی آواز ذرا سی کپکپائی تھی۔

"بابا پلیز آپ حوصلہ کریں۔ ان شاء اللہ دادی جان ٹھیک ہو جائیں گی۔"

انابیہ نے بے ساختہ باپ کو تسلی دی۔ معاذ نے اچٹتی نگاہ انابیہ پر ڈالی جو باپ کی پریشان شکل دیکھ کر ان سے بڑھ کر پریشان ہو رہی تھی۔ لئیق بنا کچھ بولے بیٹی کا سر تھپتھپا کر آگے بڑھ گئے تھے۔

☆☆☆

"آج تم لوگوں کو بیٹیاں ساتھ لانے کا خیال کیسے آ گیا۔" تائی جان نے رسمی انداز میں ان دونوں کے سر پر ہاتھ تو پھیر دیا تھا لیکن طنز سے باز نہ رہ پائیں۔

میمونہ جواب میں خاموش ہی رہی تھیں۔

معاذ نے ہی آواز دے کر سارہ کو بلایا تھا۔ معاذ کے آنکھ کے اشارے پر وہ ان لوگوں سے ملنے آگے بڑھی۔

"آؤ انابیہ عیشا کمرے میں سامان رکھ کر فریش ہو جاؤ۔ چچی آپ بھی تھکی ہوں گی۔ آپ لوگ فریش ہو جائیں میں کھانا لگاتی ہوں۔" وہ نرم مسکراہٹ چہرے پر سجائے ان سے مخاطب تھی۔

انابیہ اور عیشا نے دل ہی دل میں قدرے سکون کا سانس لیا۔ ماضی میں سارہ کے حوالے سے ان کے

دماغ میں زیادہ خوش گوار یادیں نہیں تھیں۔ یہ وہ خاصی نخریلی، بدمزاج اور منہ پھٹ ٹائپ کی لڑکی تھی۔ شاید وقت گزرنے اور عمر بڑھنے کے ساتھ مزاج میں خوش گوار تبدیلی آئی تھی لیکن اگلے چند منٹوں میں ہی اس غلط فہمی یا خوش فہمی کا خاتمہ ہو گیا تھا۔

"آپ کو پتا تھا کہ چچا جان کی فیملی بھی پہنچنے والی ہے تو کھانا اضافی پکانا چاہیے تھا ناں۔ اب لفن بھر کر سارا کھانا اسپتال بھیج رہی ہیں۔ میں نے ان لوگوں سے کھانا لگانے کا بول دیا ہے۔ بتائیے اب کیا کھلائیں گی انہیں؟"

اتابیہ اپنا ہینڈ بیگ باہر ہی بھول آئی تھی اب وہ ہی لینے گئی تو سارہ جھنجلائے ہوئے انداز میں ماں سے مخاطب تھی۔ تائی جان اس سے بڑھ کر بیزار تھیں۔

"ان بن بلائے مہمانوں کی مہمان داری کا مجھ میں تو یارا نہیں۔ میمونہ پہلے بھی آتی ہے تو کچن کا کام دیکھ لیتی ہے اب تو بیٹیاں بھی ساتھ ہیں کہہ دوں گی خود ہی کھا پکا لیں۔ میرا تو ویسے بھی سر درد سے پھٹا جا رہا ہے دور نزدیک کے ہر رشتے دار نے خالہ اماں کی خیریت پوچھنے کے لیے فون کر کر کے سر کھا لیا ہے۔"

"او کے ٹھیک ہے جو مرضی کریں۔ میرا تو ویسے بھی اسائنمنٹ جمع کروانے کا کل آخری روز ہے۔ میں جا رہی ہوں اپنے کمرے میں۔ آپ جانیں اور آپ کے مہمان۔"

وہ بے نیازی سے کہتی اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی اتابیہ بنا ہینڈ بیگ اٹھائے ان ہی قدموں پر واپس ہو لی تھی اس گھر کے مکینوں کی فطرت شاید کبھی نہ بدل سکتی تھی۔ اس کے لبوں پر پھیکی سی مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔

☆☆☆

"مجھے پتا تو تھا کہ بابا دادی جان سے بہت محبت کرتے ہیں لیکن اس شدت کی محبت کرتے ہیں یہ اندازہ نہ تھا۔" عیشا اتابیہ سے مخاطب تھی۔

دو دن ہو گئے تھے لئیق احمد مستقل اسپتال میں ہی تھے آج دوپہر معاذ انہیں زبردستی گھر لایا تو انہوں نے نہا دھو کر ذرا سا کھانا کھایا اور پھر واپس جانے کے لیے تیار ہو گئے۔ تایا جان بھی ماں کے لیے فکر مند تھے لیکن وہ پرسکون انداز میں اپنے معمولات زندگی بھی نمٹا رہے تھے۔

شیراز بھائی جو دادی کے لاڈلے ترین پوتے تھے دادی کے لیے اپنی فیکٹری سے ایک دن کی چھٹی بھی نہ لے سکے تھے سارہ جو ہمیشہ سے ہی کتابی کیڑا تھی اب بھی اپنے نوٹس اور کتابیں کھولے ان میں ہی غرق رہتی تھی فقط معاذ تھا جو اسپتال اور گھر کے چکر لگاتے لگاتے گھن چکر بنا ہوا تھا۔

تائی جان جو ساری عمر دادی کی لاڈلی بہو بن کر رہی تھیں اب اٹھتے بیٹھتے ان کی مشکل آسان ہونے کی دعائیں کر رہی تھیں۔ شاید اس گھر میں کسی کو بھی ان کی صحت یابی کی امید نہ تھی، وہ کافی عرصے سے علیل تھیں ایک متحرک اور بھرپور زندگی جینے کے بعد وہ گھر بھر کے لیے ایک عضو معطل بن کر رہ گئی تھیں اور اب شاید وہ سب ان کی خدمت کر کے عاجز آ چکے تھے، اسی لیے کسی بھی "ممکنہ خبر" کے لیے خود کو ذہنی طور پر تیار کیے بیٹھے تھے۔

"تایا جان کی فیملی کتنی خود غرض ہے ناں۔ یاد ہے ناں اتابیہ آپی دادی جان ان لوگوں پر کتنی جان چھڑکتی تھیں اس بڑھاپے میں بھی ان لوگوں کی فرمائشیں پوری کرنے پر کمربستہ رہتی تھیں مجھے یاد نہیں پڑتا، میں نے تائی جان کو اپنے بچوں کی کوئی فرمائش پوری کرتے دیکھا ہو۔ دادی جان ہر وقت اپنے لاڈلوں کے لیے کچن میں کھڑے ہو کر کچھ نہ کچھ بناتی رہتی تھیں اور آج انہیں دادی جان کی بیماری سے کوئی سروکار ہی نہیں۔ معاذ بھائی کے علاوہ سب اپنی روٹین لائف میں مگن ہیں۔" عیشا ان لوگوں کی خود غرضی دیکھ کر جی بھر کر حیران ہو رہی تھی۔

"اچھا آہستہ بولو عیشا کوئی سن نہ لے۔"

اتابیہ نے اسے فوراً ٹوکا حالانکہ دل ہی دل میں وہ عیشا سے سو فی صد متفق تھی۔ اتابیہ اور عیشا نے دادی

کے لاڈ پیار میں بھی کوئی حصہ نہ پایا تھا۔ ان کا سارا پیار اپنے بڑے بیٹے کے بچوں کے لیے تھا۔ تائی جان ان کی سگی بھانجی تھیں انہوں نے ساری عمر بھانجی کو بھانجی ہی جانا تھا۔ بھی بہو بجھ کر روایتی ساس کا کردار نہ نبھایا تھا۔ بہو تو ان کے لیے صرف میمونہ تھیں، وہ بھی ناپسندیدہ ترین بہو۔

انابیہ اور عیشا شکل وصورت میں ماں کا پرتو تھیں شاید اسی لیے انہوں نے دادی کے پیار اور شفقت میں بھی حصہ نہ پایا تھا۔

انابیہ نے دادی کو بڑھاپے میں بھی بہت مستعد اور متحرک پایا تھا۔ وہ ہر وقت کسی نہ کسی کام میں مصروف رہتی تھیں، ان کی مصروفیت کا زیادہ سبب ان کے لاڈلے پوتے، پوتی تھے۔ شیراز، معاذ اور سارہ تینوں ہی ماں سے زیادہ دادی سے لاڈ اٹھواتے تھے اور آج جب وہ جان چھڑکنے والی دادی خود زندگی موت کی کشمکش میں مبتلا تھی تو گھر والے اتنے فکر مند نہ تھے جتنا انہیں ہونا چاہیے تھا۔

ایک معاذ تھا جو اپنے خود غرض گھر والوں سے کچھ الگ تھا۔ اب بھی وہ تھکا ہارا اسپتال سے لوٹا تھا۔ سارہ یونیورسٹی جا چکی تھی۔ تائی جان ویسے ہی دیر سے سو کر اٹھتی تھیں۔ انابیہ ماں بہن کے ساتھ ناشتہ کر کے کچن سمیٹ رہی تھی جب معاذ نے کچن میں جھانکا وہ شاید اپنا ناشتہ بنانے آیا تھا۔

دو چار دنوں میں ہی انابیہ کو گھر والوں کی روٹین پتا لگ گئی تھی۔ سارہ بنا ناشتہ کیے جاتی تھی شاید یونیورسٹی جا کر ہی کچھ کھا پی لیتی ہو۔ تائی جان اور شیراز بھائی دن چڑھے اٹھتے تھے جب تک ملازمہ بھی آ جاتی اور وہ ہی ان دونوں کا ناشتہ بناتی جبکہ معاذ خود کام کرنے کا عادی معلوم ہوتا تھا۔ ایک دن تو انابیہ نے اسے پراٹھا تک بناتے دیکھا تو وہ حیران رہ گئی تھی لیکن آج کچن میں ہوتے ہوئے اسے اچھا نہ لگا کہ معاذ ناشتہ خود بنانے کھڑا ہو جائے۔

"آپ ناشتے میں کیا لیں گے۔ ناشتہ میں بنا دیتی ہوں معاذ بھائی!" انابیہ نے اس سے پوچھا۔

"تمہیں زحمت ہو گی۔ میں بنا لوں گا خود" اس نے شائستگی سے انکار کیا۔

"زحمت کیسی ایک پراٹھا بنانے میں دیر ہی کتنی لگتی ہے۔" وہ ملائمت سے بولی۔ معاذ نے ایک لمحہ سوچنے کے لیے لیا۔ پھر سر اثبات میں ہلاتے ہوئے کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔

"ایک ہاف فرائی انڈا اور دو پراٹھے۔" معاذ نے تکلف کرنا مناسب نہ جانا۔ بھوک ہی زوروں کی لگ رہی تھی۔

"آپ ایک انڈے سے دو پراٹھے کھا لیں گے میرا مطلب ہے ساتھ سالن بھی گرم کر دوں۔" انابیہ نے پوچھا۔

"نہیں ایک پراٹھا چائے سے کھاتا ہوں۔" وہ ذرا سا مسکرایا تھا۔

"بابا کی طرح" انابیہ نے بے ساختہ کہا تھا۔

"دادی بھی یہ ہی کہتی ہیں میرا امزاج، عادتیں اور پسند، ناپسند چچا جان جیسی ہیں۔" معاذ نے دادی کی بات دہرائی تھی اور واقعی دادی کے متعلق بات کرتے ہوئے اس کی آنکھوں میں ویسی ہی محبت بھری چمک ابھری تھی جیسی بابا کی آنکھوں میں ابھرتی تھی۔

"اللہ دادی جان کو صحت دے۔" انابیہ دھیرے سے بولی تھی۔

"ہاں بس اللہ ہی کی ذات سے امید ہے ورنہ ڈاکٹرز زیادہ پر امید نہیں۔" وہ ٹھنڈا سانس بھرتے ہوئے بولا تھا۔

اور جس وقت انابیہ اسے ناشتہ سرو کر رہی تھی تائی جان بھی جمائی لیتے ہوئے کچن کی طرف آ گئیں۔ اندر کا منظر دیکھ کر وہ ٹھٹھک کر رک گئیں۔

"تم یہاں کیا کر رہی ہو۔" عجیب نخوت بھرے انداز میں پوچھا حالانکہ صاف نظر آ رہا تھا کہ وہ کیا کر رہی ہے۔ ان کے انداز پر وہ سٹ پٹا سی گئی۔

"مجھے بھوک لگی تھی۔ میں نے انابیہ سے ناشتہ بنانے کا کہا تھا۔" معاذ نے ماں کو جواب دیا۔ ان کا

عجیب وغریب لب و لہجہ و انداز اسے بھی کھلا تھا۔ وہ بیٹے پر تیکھی نگاہ ڈال کر رہ گئیں۔ غنیمت تھا کہ کچھ بولنے سے گریز کیا۔

”تائی جان! آپ کے لیے بھی ناشتہ بنا دوں؟“ انابیہ نے پوچھا۔

”میرے ہاتھ پاؤں سلامت ہیں بی بی۔ بنالوں گی خود ہی۔“ وہ نخوت سے بولی تھیں۔

انابیہ کو عجیب ہتک کا احساس ہوا پل بھر میں ہی اس کی آنکھوں کا فرش گیلا ہوا تھا۔ معاذ نے ایک نگاہ اس پر ڈالی پھر لب بھینچ کر ماں کو دیکھا۔ انابیہ بنا کچھ کہے ہاتھ دھو کر کچن سے نکل گئی تھی۔

”کیا ہو گیا ہے امی! ایک تو بے چاری نے مجھے ناشتہ بنا کر دیا اوپر سے آپ اسے اتنے عجیب انداز میں مخاطب کر رہی تھیں۔“ معاذ نے دھیمی آواز میں ماں کو اس کی زیادتی کا احساس دلوانا چاہا۔

”بہت خوب میرا بچہ۔ ماں کا قصور فوراً نظر آ گیا۔ اس لڑکی سے ہوشیار رہو معاذ! چلتر ماں کی بیٹی ہے۔ ماں پر ہی گئی ہو گی ان ماں بیٹیوں کے چلتر پن سے اللہ بچائے بس۔“

ان کے کہنے پر معاذ نے افسوس سے سر ہلایا۔ چچی جان کے متعلق اسے ماں کی رائے سے کبھی بھی اتفاق نہ رہا تھا۔ وہ بہت شائستہ خاتون تھیں۔ بیٹیوں میں بھی ان کی مثالی تربیت کی جھلک نظر آتی تھی لیکن یہ سب رافعہ کے سامنے کہہ کر وہ ان کے غصے کو مزید ہوا نہ دینا چاہتا تھا ان کی آواز کا والیوم اتنا ہوتا تھا کہ دوسرے کمرے میں بیٹھا شخص بھی ان کے فرمودات با آسانی سن لے اور معاذ ابھی انابیہ کی بھیگی پلکیں دیکھ چکا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ ماں کی کوئی اور بات اس کے کانوں میں پڑے اور وہ مزید ہرٹ ہو۔ اس نے گفتگو دادی کی طبیعت کی طرف موڑ دی۔

”ڈاکٹرز آج وینٹی لیٹر ہٹانے کا کہہ رہے تھے دعا کیجیے گا اللہ کوئی معجزہ کر دے۔“

”دعا تو کر ہی رہے ہیں میرے بچے، لیکن عمر کا بھی تقاضا ہے۔ خالہ اماں کے دن پورے ہو گئے ہیں۔ بس اللہ کے حکم پر سانس کی ڈوری بندھی ہے جو کسی بھی وقت ٹوٹ سکتی ہے۔ تم خود کو اتنا ہلکان مت کرو۔ دیکھو آنکھوں کے گرد کتنے حلقے پڑ گئے ہیں۔ نہ ڈھنگ سے کھا رہے ہو نہ نیند پوری ہو رہی ہے۔ نئی نئی نوکری ہے اتنی چھٹیاں کر لیں بس اب تم اپنی روٹین میں واپس آؤ۔ جانے خالہ اماں تو کب تک اسپتال میں رہتی ہیں یا اسپتال والے تو اپنا بل بنانے کے چکر میں مریض کو مصنوعی سانسوں پر بھی مہینوں زندہ رکھ سکتے ہیں۔ ہم تم یوں سب کام چھوڑ کر تھوڑی بیٹھ سکتے ہیں۔“

انہوں نے بیٹے کو سمجھانا چاہا۔ معاذ نے دکھ بھرے انداز میں انہیں دیکھا۔

”میں سب کچھ چھوڑ کر بیٹھ سکتا ہوں امی اور میرا دل آپ جتنا مضبوط نہیں۔ میں دادی جان کے لیے دعا کروں گا تو ان کی صحت یابی کی ہی دعا کروں گا۔ ان کی مشکل آسان ہونے والی دعا چاہنے کے باوجود میرے لبوں پر نہیں آ سکتی۔“

مرد ہونے کے باوجود اس کی آواز بھرا گئی تھی۔ رافعہ نے بیٹے پر ایک تاسف بھری نگاہ ڈالی پھر لمبی سی ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے اپنا ناشتہ بنانے کھڑی ہو گئیں۔

☆☆☆

اور پھر واقعی معجزہ ہو گیا تھا۔ دادی جان موت کی سرحد سے واپس پلٹی تھیں۔ وہ ڈسچارج ہو کر گھر تو آ گئیں لیکن ڈاکٹرز کی ہدایت تھی کہ انہیں سخت نگہداشت کی ضرورت ہے اور ان کی پل پل کی صورت حال مانیٹر کی جائے۔

گھر پر عیادت کے لیے آنے والوں کا تانتا بندھا ہوا تھا۔ تائی جان مہمان داری بھگتا رہی تھیں بلکہ وہ صرف مہمانوں کو کمپنی ہی فراہم کرتی تھیں۔ چائے پانی کا انتظام ملازمہ کے سپرد تھا اور ملازمہ کی غیر موجودگی میں انابیہ یا عیشا میں سے کسی کو یہ ڈیوٹی بھگتانی پڑتی۔ سارہ تو یونیورسٹی کے بعد بھی پڑھائی ورنہ موبائل میں مگن رہتی۔ میمونہ ساس کو سنبھال رہی

تھیں۔

انابیہ اور عیشا بھی دادی کے پاس ہی رہتیں۔ زیادہ عرصے پہلے کی بات تو نہ تھی جب وہ ایک متحرک وجود رکھتی تھیں ہر پل کسی نہ کسی سرگرمی میں مصروف، چاق و چوبند اور ہشاش بشاش سی دادی اب دو قدم چلنے کے لیے بھی سہارے کی محتاج تھیں۔ لئیق احمد پہلے ہی دفتر سے سالانہ چھٹیاں لے چکے تھے دو دن بعد انہیں لازمی حاضر ہونا تھا اور وہ گھر والوں کی روٹین اور ماں کی حالت دیکھ کر از حد پریشان تھے۔ اور شاید ان لوگوں کی واپسی کے خیال سے تایا جان بھی پریشان تھے جب ہی انہوں نے انابیہ کو روکنے کی تجویز پیش کی۔

"انابیہ بیٹی تو امتحان دے کر فارغ ہو گئی ہے ناں تم لوگ اسے کچھ دن کے لیے یہاں چھوڑ جاؤ۔ جب ساہ کے پیپرز ہو جائیں گے تب تک اماں کے پاس انابیہ رہ لے گی۔ تمہاری بھابھی اکیلی جان، گھر کے بکھیڑے دیکھے یا اماں کی دیکھ بھال کرے۔" تایا جان بابا سے مخاطب تھے۔

تائی جان کی خاموشی بتا رہی تھی کہ اصل تجویز کنندہ وہ ہی ہیں تایا جان نے صرف ان کی ترجمانی کے فرائض انجام دیے ہیں۔ انابیہ دل ہی دل میں استہزائیہ ہنسی ہنسی تھی۔ کہاں تائی جان کو گھر میں ان لوگوں کا وجود گوارا نہ ہوتا تھا اور اب ضرورت پڑنے پر اس کا قیام بڑھوایا جا رہا تھا۔ لئیق احمد نے اس وقت تو بھائی کی بات کا جواب دینے کے بجائے محض ہنکارا بھرنے پر اکتفا کیا۔ "وہ بیٹی کی مرضی جانے بغیر اسے یہاں رکنے پر مجبور نہ کر سکتے تھے لیکن ماں کی حالت کے پیش نظر انہیں بیٹی سے بات کرنا پڑی تھی۔

"میں جانتا ہوں بیٹا! یہاں رہنا تمہارے لیے ہرگز بھی آسان نہیں اور ہمارے بغیر تو اور بھی مشکل لیکن مجبوری ایسی آن پڑی ہے کہ عتیق بھائی کی تجویز مانے بغیر چارا نہیں۔ ابھی تو تم لوگ اماں کا خیال رکھ رہے ہو۔ پھر تو وہ بالکل ہی بے یار و مددگار ہو جائیں گی۔ معاذ کے سوا مجھے اس گھرانے میں کسی سے کوئی امید نہیں لیکن وہ بچہ بھی اماں کے ساتھ چوبیس گھنٹے نہیں رہ سکتا۔ اگر تم ہمت کرو اور کچھ دن یہاں رہ جاؤ۔ جیسے ہی اماں کی حالت مزید سنبھلتی ہے میں اماں کو اپنے ساتھ ہی لے جاؤں گا فی الحال وہ سفر کے بھی تو قابل نہیں۔"

"آپ فکر نہ کریں بابا! میں یہاں رک جاتی ہوں۔"

"انابیہ نے باپ کی طویل تمہید کے جواب میں مختصر سا جواب دیا تھا۔ سچ تو یہ تھا کہ وہ اور عیشا دل ہی دل میں گھر جانے کے دن گن رہی تھیں لیکن بابا کی پریشانی دیکھ کر اس سے ناں نہ کی گئی۔

"خوش رہو بیٹا! یہ اصل میں میری ذمہ داری تھی۔ میں نے اپنے کندھوں کا بوجھ تمہیں منتقل کر دیا۔"

"پلیز بابا! ایسی بات مت کریں۔ دادی آپ کی ماں ہیں تو ہماری بھی تو دادی ہیں ناں۔ اگر مجھے ان کی خدمت کا موقع مل رہا ہے تو یہ میرے لیے بھی سعادت کا باعث ہے۔" اس بار وہ واقعی دل سے بولی تھی۔

دادی جان سے بھلے انہیں کبھی اپنے حصے کی محبت نہ ملی تھی لیکن اپنے باپ کی ماں کے لیے تڑپ دیکھ کر وہ خود بھی بے چین ہو جاتی تھی۔ اگر اس کے کسی فعل سے اس کے بابا کی پریشانی سکون میں بدل سکتی تھی تو وہ اپنے دل پر جبر کر کے یہاں کچھ عرصہ مزید قیام کر سکتی تھی اور واقعی اس کی رضامندی پا کر لئیق احمد مطمئن ہو گئے تھے۔

"آپی آپ یہاں کیسے رہ پائیں گی۔ تائی جان کے تیور برداشت کرنا کوئی آسان کام تھوڑی ہے۔" عیشا نے تنہائی میں پریشان ہو کر اسے مخاطب کیا۔

"بے فکر رہو۔ اب میں تائی جان کی مرضی کے مطابق ہی یہاں رہی ہوں کچھ نہیں کہیں گی، وہ مجھے اور ویسے بھی میں نے صرف دادی جان کا خیال رکھنا ہے۔ مجھے گھر میں کسی اور سے کوئی سروکار نہیں۔" اس نے عیشا کے ساتھ ساتھ شاید خود کو بھی تسلی دی۔

☆☆☆

دو دن بعد جب ماں باپ چلے گئے تو اس کا دل بہت بے قرار ہو گیا۔ وہ دادی جان کے پیروں کا مساج کر رہی تھی اور آنکھیں گھر والوں کو یاد کر کے بار بار بھیگ رہی تھی۔

"توفیق نے تمہیں مشکل میں ڈال دیا۔ اب تو میں ٹھیک ہوں چلی جاتیں تم بھی ماں باپ کے ساتھ۔" اس نے اپنے بازو سے آنکھیں رگڑیں تو دادی جان نے نحیف سے انداز میں اسے مخاطب کیا۔

"ارے نہیں دادی جان! مجھے یہاں ٹھہرنے میں کوئی مشکل یا پریشانی نہیں ہاں امی، ابو اور عیشا یاد تو آئیں گے بس آپ کی طبیعت، ذرا سی اور سنبھلتی ہے ناں پھر آپ ہمارے ساتھ ہمارے گھر چلیے گا۔ بابا بھی تو آپ کے بیٹے ہیں ناں اور آپ زندگی میں کبھی ہمارے گھر نہیں آئیں۔" اس نے دادی سے معصوم سے شکوہ کیا۔

"ہاں بیٹا! زندگی میں ایسی بہت سی غلطیاں ہوئی ہیں جن کا احساس زندگی کے اس آخری موڑ پر جا کر ہوا ہے۔" انہوں نے آزردگی سے اعتراف کیا۔

انابیہ نے چونک کر انہیں دیکھا۔ بیماری کے بعد وہ بالکل بدل تو گئی تھیں پھر بھی وہ ان سے کسی ایسی بات کی توقع نہ کر رہی تھی۔

"اب گزرا وقت واپس نہیں آ سکتا اور نہ ہی میں ایسا کچھ کرنے پر قادر ہوں جس سے میرے اس بدصورت رویے کا ازالہ ہو سکے جو میں نے ماضی میں تم لوگوں سے روا رکھا۔ اب تو میرے پاس فقط ایک ہی راستہ بچا ہے کہ میں تم لوگوں سے معافی مانگ لوں۔ اپنی بے وقوف دادی کو معاف کر دینا بیٹا جو زندگی بھر کھرے، کھوٹے کی تمیز ہی نہ کر پائی۔" وہ نقاہت بھرے انداز میں اس سے مخاطب ہوئیں۔

"ایسی بات کر کے مجھے کیوں گناہ گار کر رہی ہیں دادی جان۔" انابیہ نے ان کے ہاتھ تھامے۔

"میمونہ نے بھی مجھے یہی جواب دیا تھا۔" وہ مسکرائی تھیں۔

"امی کو یا ہمیں آپ سے کوئی شکوہ نہیں دادی جان۔ اگر کوئی تھا بھی تو وہ اب دم توڑ چکا ہے۔ ہم آپ کے قریب نہیں رہتے تھے ناں بس اسی وجہ سے میں اور عیشا آپ سے جھجکتے تھے اگر قریب رہتے تو ہمارے درمیان بھی اتنے فاصلے پیدا نہ ہوتے یہاں کم کم آنا ہمارا قصور تھا۔ آپ بلا وجہ خود کو کیوں دوش دے رہی ہیں۔" اس نے فراخدلی سے سارا قصور اپنے کھاتے میں ڈالا۔

"میں سوچتی ہوں شاید اللہ نے مجھے موت کے منہ سے واپس بھیجا تو شاید وہ مجھے ایک موقع دینا چاہتا تھا کہ میں اپنے پیاروں سے ان کا دل دکھانے کی معافی مانگ سکوں۔"

"پلیز دادی جان! پھر سے یہ معافی کا لفظ استعمال کر کے مجھے شرمندہ مت کریں۔" انابیہ نے تڑپ کر ان کا جھریوں بھرا ہاتھ اپنے لبوں سے لگایا تھا۔ اسی وقت معاذ دستک دے کر اندر آیا تھا۔ دادی پوتی کے چہرے دیکھ کر اندازہ ہو گیا تھا کہ اندر کوئی جذباتی سین چل رہا تھا۔

"آپ کا بی پی چیک کرنے آیا ہوں، صبح آفس جانے سے پہلے ذہن سے نکل گیا اور نا ہی آپ نے یاد کروایا۔ ڈاکٹر نے بلڈ پریشر کی مستقل مانیٹرنگ کی ہدایت کی تھی۔" وہ ان کے قریب بیٹھتے ہوئے بولا۔ سائیڈ ٹیبل سے بی پی آپریٹس بھی اٹھا لیا۔

"آج ڈیجیٹل اپریٹس لے آؤں گا۔ پھر انابیہ بھی آسانی سے چیک کر لے گی۔ روزانہ کا چارٹ باقاعدگی سے مکمل کرنا ہوگا۔"

"مجھے مینوئل سے بھی آتا ہے۔ میں کر لوں گی۔ گھر پر بابا کا بلڈ پریشر میں ہی چیک کرتی ہوں۔" اس نے آہستگی سے بتایا تھا۔

"گڈ یہ تو اور بھی اچھی بات ہے......" وہ مسکرایا۔

معاذ بھائی کی مسکراہٹ کتنی خوب صورت ہے۔ انابیہ نے دل ہی دل میں چپکے سے سوچا تھا۔ اسی لمحے شیراز بھائی بھی وہاں آ نکلے۔

"دادی جان! اب جلدی سے ٹھیک ہو جائیں یار! آپ بڑے غلط وقت پر بیمار ہوئی ہیں۔ اللہ اللہ کر کے تو میری شادی کی ڈیٹ فکس ہونے جا رہی تھی کہ آپ اسپتال پہنچ گئیں۔"

اس نے دادی کو ازلی بے تکلف انداز میں مخاطب کیا۔ انابیہ کو یہ شکوہ سراسر خود غرضی پر مبنی لگا۔ دادی بیمار تھیں اور شیراز بھائی کو اپنی شادی کی پڑی تھی۔ وہ پہلے بھی ان کے لبوں سے کئی بار یہ بات سن چکی تھی اور ہر بار ہی اسے ان کی خود غرضی دکھ میں مبتلا کرتی تھی۔

"کل خالہ اور عروسہ آپ کا حال پوچھنے آئیں گی۔ انابیہ تم پہلے ملی ہو اپنی بھابھی سے نہیں ملی تو کل مل لینا۔"

شیراز نے دادی کے ساتھ اسے بھی مخاطب کیا۔ وہ فقط سر ہلا کر رہ گئی عروسہ کو اس نے بچپن میں تو دیکھ رکھا تھا۔ وہ تقریباً اسی کی ہم عمر تھی۔ یہ بھی بخوبی علم تھا کہ تائی جان نے شیراز بھائی کے لیے بھانجی کو منتخب کر رکھا ہے لیکن بڑے ہونے کے بعد اس کا عروسہ سے کوئی آمنا سامنا نہیں ہوا تھا۔

شیراز بھائی کل آنے والے مہمانوں کے دل و جان سے منتظر دکھائی دیتے تھے۔ خوشی ان کے انگ انگ سے پھوٹ رہی تھی۔ انابیہ کو خیر ان مہمانوں کی آمد سے کیا سروکار ہونا تھا لیکن اگلے دن ان ہی مہمانوں کے لیے پر تکلف ضیافت کے اہتمام کی خاطر اسے کچن میں کھپنا پڑ رہا تھا۔

اب تائی جان مطلب پڑنے پر خاصی میٹھی بن جاتی تھیں۔ آج بھی لہجے میں مٹھاس سمو کر کچن کے بہت سے کام اس کے سر ڈال دیے۔ معاذ آج فلو اور بخار کی وجہ سے جلدی آف لے کر گھر آ گیا تھا۔ انابیہ کو کچن میں کھڑا دیکھا تو سیدھا وہیں چلا آیا۔

"تم یہاں کیا کر رہی ہو۔" بخار کی شدت سے تمتماتے چہرے اور سرخ ہوتی آنکھوں کے ساتھ قدرے ڈپٹ کر دریافت کیا۔ یہی یہ سوال اس کی والدہ محترمہ نے کیا تھا اور آج وہ بھی سب کچھ دیکھنے کے باوجود یہی استفسار کر رہا تھا۔

"میں یہ کباب فرائی کر رہی ہوں۔ مہمان بس پہنچنے والے ہیں۔" وہ اس کے لہجے اور انداز سے خائف ہوتے ہوئے ذرا منمنا کر بولی تھی۔ اتنے میں ہی تائی جان بھی وہاں آ نکلیں۔

"ہاں! انابیہ چاول دم پر رکھ دیے بیٹا!" انہوں نے ملائم لہجے میں دریافت کیا۔

"امی! اگر آج خالہ آ رہی تھیں تو آپ سارہ کو یونیورسٹی نہ بھیجتیں، انابیہ یہاں دادی جان کی تیمار داری کے لیے رکی ہے اور آپ نے اسے کچن میں کھڑا کر دیا۔" وہ خفگی بھرے لہجے میں ماں سے مخاطب کیا۔

"تو کیا ہو گیا اگر اس نے میری ذرا سی مدد کر دی میں خالہ اماں کے کمرے میں جھانک کر آئی ہوں۔ سکون سے لیٹی تسبیح پڑھ رہی ہیں۔"

وہ بیٹے کی خفگی کو خاطر میں لائے بغیر اطمینان سے بولی تھیں۔

"امی آپ جانتی ہیں کہ دادی جان کروٹ تک بدلنے کے لیے کسی دوسرے کی محتاج ہیں۔ سرہانے پڑی میز سے پانی کی بوتل اٹھا کر گلاس میں پانی تک نہیں ڈال سکتیں۔ ان کی آواز قریب بیٹھے بندے تک بھی بمشکل پہنچتی ہے۔ وہ تو آواز دے کر کسی کو بلا بھی نہیں سکتیں اور آپ نے آج انابیہ کو کچن میں کھڑا کر دیا۔" وہ ہنوز خفا تھا۔

"مجبوری میں ہی بندہ کسی کا احسان لیتا ہے اگر تمہاری خالہ نہ آ رہی ہوتیں تو روزانہ گھر کی ہانڈی روٹی میں ہی کرتی ہوں ناں۔ اب کچن میں مسلسل کھڑے ہونا میرے بس کی بات نہیں بس اسی لیے دو چار کام انابیہ کے سپرد کر دیے اتنا بگڑنے کی ضرورت نہیں۔"

وہ بیٹے پر جواباً خفا ہوئیں۔ انابیہ کوئی قصور نہ ہوتے ہوئے بھی سر جھکائے شرمندہ سے انداز میں کباب تلتی رہی۔

"انابیہ! تم ہٹو یہاں سے جاؤ دادی جان کے

پاس۔ کباب میں فرائی کرلوں گا۔" معاذ نے اسے مخاطب کیا۔ وہ اس کے لب و لہجے سے خائف ہوتی ہاتھ دھو کر کچن سے نکل گئی۔

"خالہ وغیرہ مہمان نہیں ہیں اگر ایک روز بنا اہتمام کے لنچ کرلیں گے تو کیا فرق پڑتا۔ ورنہ آپ ان لوگوں کو ذرا سا پہلے بلاتیں عروسہ آپ کی ہیلپ کر دیتی آخر کل کو بھی تو اس نے ہی یہ گھر سنبھالنا ہے ناں۔"

معاذ بات ختم کرنے کے موڈ میں نہ لگ رہا تھا۔ تائی جان نے کیا جواب دیا۔ وہ سن نہ پائی۔ وہ دادی جان کے پاس اپنے عافیت کدے میں پہنچ گئی تھی۔

☆☆☆

"خالہ! یہ انابیہ کب تک یہاں رہے گی۔"

انابیہ کا مہمانوں سے سرسری سا آمنا سامنا ہوا تھا لیکن اس مختصر ملاقات میں ہی عروسہ اس کے بے پناہ حسن سے خائف سی ہوگئی تھی۔ شیراز سے اس کا دن رات کا آمنا سامنا ہوتا ہوگا اور لڑکوں کا دل پلٹتے کوئی دیر تھوڑی لگتی ہے۔ منگنی کا رشتہ تو ویسے بھی بہت ناپائیدار سا ہوتا ہے۔ اسی خدشے کے تحت اس نے انابیہ کے یہاں قیام کی مدت کا اندازہ لگانا چاہا تھا۔

"کیا کہہ سکتے ہیں خالہ اماں بھی اللہ کے پاس جانے کا ٹکٹ گنوا کر واپس پلٹی ہیں۔ بس ان ہی کی دیکھ بھال کے لیے تمہارے خالو نے اسے روک لیا ورنہ تو سالوں سے ادھر پھٹکی نہیں تھیں دونوں بہنیں۔ اب دادی کی خدمت کر کے نمبر بنا رہی ہیں اور ہمیں کیا غرض بھئی کرتی رہے خدمت، آخر کو لئیق اور اس کے بچوں کی بھی ذمہ داری ہے خالہ اماں کو سنبھالنا۔ صرف ہم نے ہی تو ٹھیکہ نہیں لے رکھا ناں۔" وہ بیزاری سے بولی تھیں۔

معاذ نے تاسف سے انہیں دیکھا۔ وہ مہمانوں کے سامنے بات نہ بڑھانا چاہتا تھا ورنہ ماں کو باور کرواتا کہ دادی جان نے ساری عمر اپنی ساری توانائیاں اس گھر پر صرف کی ہیں۔ محتاجی اور معذوری کا وقت تو اب آیا تھا اور امتحان کی اس گھڑی میں صرف وہ لوگ ان کا ساتھ دینے آگے بڑھے، جنہوں نے کبھی ان کی ذات سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا تھا۔

"ویسے لڑکی ہے بہت خوب صورت۔ کیا رنگ روپ نکالا ہے۔" شگفتہ خالہ نے خود کلامی کے انداز میں کہا۔

"خوب صورت تو ہوگی پوری کی پوری ماں پڑی ہے۔ میمونہ نے بھی تو اسی حسن و ادا سے لئیق کو پھانسا تھا ورنہ کون کنوارہ بندہ کسی بیوہ سے شادی کرتا ہے۔" رافعہ نے بہت باریکی کی گئی بات دوہرائی، معاذ سے پہلے شیراز ہی بول پڑا تھا۔

"رہنے دیں امی! چچی جان بے چاری ایسی نہیں۔ ابو سے ہم نے جب بھی یہ قصہ پوچھا انہوں نے یہ ہی بتایا کہ یہ شادی سو فی صد دادا جان کی مرضی سے ہوئی تھی۔"

"ارے بیٹا ہمیں تمہیں اندر کی بات کا کیا علم مانا کہ میمونہ کے ابا اور ہمارے خالو بہت گہرے دوست تھے اور خالو جان جب بھی ان سے ملنے جاتے تو لئیق بھائی ہی ان کے ہمراہ ہوتے۔ خالو نے جب میمونہ اور لئیق کا رشتہ طے کرنا چاہا تو خالہ جان نے اس بات کی مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ ظاہر ہے کوئی ماں اپنے کنوارے بیٹے کے لیے کسی بیوہ کو بہو بنانا تھوڑی پسند کرے گی اور تمہارے لئیق چچا جو ماں کے اتنے فرمانبردار تھے کہ ماں کی اجازت کے بغیر سانس لینا بھی گناہ سمجھتے تھے ماں کی ساری مخالفت اور ناراضگی کو پس پشت ڈالتے ہوئے باپ کی رضا میں راضی ہوگئے اگر لئیق بھائی انکار کر دیتے تو خالو زبردستی تو نہیں کر سکتے ناں۔ ضرور لئیق بھائی کی اپنی منشاء بھی یہ ہی ہوگی ورنہ ہمیں تو لگتا تھا کہ انہوں نے اپنی پسند کو پانے کے لیے باپ کا کندھا استعمال کیا۔"

شگفتہ خالہ مزیدار کھانے سے انصاف کرتے ہوئے لئیق احمد اور میمونہ کی شادی پر سیر حاصل تبصرہ بھی فرما رہی ہیں۔

"وہ چلیں اگر لئیق چچا نے پسند کی شادی کر بھی لی
غلط کیا چچی جان ہر لحاظ سے ان کے لیے بہترین
ثابت ہوئی ہیں۔" معاذ اس بار بولے بنا نہ رہ

"ماں کا دل دکھانے سے غلط بھی کچھ اور ہو سکتا
خالہ جان کو لئیق بھائی پر جو مان بھروسا تھا سب
ہو گیا پھر ان کا اپنے بھائی سے تعلق خراب ہوا۔
نے اپنے دونوں بیٹوں کے لیے بھانجی اور بھتیجی
نخاب کر رکھا تھا۔ عتیق بھائی نے تو ماں کی مرضی پر
چوں چرا نہ کی۔ آپا کے ساتھ ان کی شادی بخیر
پی تھی۔ لئیق بھائی کی میمونہ سے شادی کے بعد
وں اتنے عرصے خالہ جان سے خفا رہے، وہ تو جب
لوگوں نے امجد بھائی کے لیے شاہانہ کا رشتہ مانگا تو
ئی بہن کے تعلقات میں کچھ بہتری آئی۔"

شگفتہ خالہ ماضی دہرا رہی تھیں۔ وہ باتیں جو
پہلے ہی بار بار دہرائی جا چکی تھیں۔ دادا جان مرحوم
نے لئیق احمد کی شادی اپنے دیرینہ دوست کی بیوہ بیٹی
سے کر دی۔ دادی شوہر سے تو خفا ہوئیں سو ہوئیں
انہوں نے بیٹے کو بھی کبھی دل سے معاف نہ کیا نہ ہی
اس کی بیوی کو بہو کے طور پر قبول کیا۔ وہ اپنی بھتیجی کو
بہو بنانے کی خواہاں تھیں۔

شاہانہ کی شادی رافعہ کے بھائی سے ہو گئی۔ بھتیجی
شادی کے بعد اپنے گھر میں شاد آباد رہی لیکن لئیق
احمد کی نافرمانی کا قلق کبھی ان کے دل سے نہ گیا۔ بیٹے
نے ماں کی بات ماننے کے بجائے باپ کی زبان کا
پاس رکھا وہ یہ قصور کبھی معاف نہ کر پائیں۔ جب
ساس نے ہی میمونہ کو کوئی اہمیت نہ دی تو رافعہ کیوں
دیورانی کو کسی گنتی شمار میں رکھتیں، شاید لاشعوری طور پر
وہ میمونہ کے بے پناہ حسن اور سلیقہ شعاری اور ہنر
مندی سے بھی خائف تھیں، ان کا شمار ایسے لوگوں
میں ہوتا تھا جو اپنے سوا کسی کی برتری تسلیم نہ کر سکتے
تھے، اتنے برس گزر جانے کے بعد بھی میمونہ سے ان
کا بے سبب حسد ختم نہ ہو پایا تھا۔

ماں جس عورت سے اتنا چڑتی تھی، وہ اس کی
بیٹی کے لیے اپنے دل میں گنجائش کہاں سے نکال
پاتی۔

معاذ میاں تجھے ہی اپنے دل کو سمجھانا ہوگا۔
کیوں لئیق چچا کے نقش قدم پر چلنے کی تیاری کر رہا
ہے۔ اس نے ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے جی ہی جی
میں خود کو مخاطب کیا۔ چند دن میں ہی دل کے ساتھ
عجیب واردات ہوئی تھی لیکن وہ فی الحال دل کے
بجائے دماغ کی سن رہا تھا اس کے وہم و گمان میں بھی
نہ تھا کہ دادی جان کے دل و دماغ میں بھی کچھ اسی قسم
کی کھچڑی پک رہی ہے۔

☆☆☆

وہ رات کو معمول کے مطابق دادی جان کے
پاس گیا تھا۔ دادی پوتی جانے کن باتوں میں مشغول
تھیں کہ دونوں کے لبوں پر مسکراہٹ تھی۔

"تم نے کھانا وانا کھانا ہے تو جاؤ کھالو میں بیٹھا
ہوں، دادی جان کے پاس۔" معاذ نے اتابیہ کو
مخاطب کیا۔

"جی۔ میں پہلے نماز پڑھ لوں۔ کھانا تو میں
یہاں دادی جان کے پاس بیٹھ کر ہی کھالوں گی۔" وہ
اٹھتے ہوئے بولی۔

"لگتا ہے اپنی پوتی سے آپ کی خوب ہی دوستی
ہو گئی ہے۔" اتابیہ کے جانے کے بعد معاذ نے
مسکرا کر دادی کو مخاطب کیا۔

"بس بیٹا آج کل تو یہی بات چین نہیں لینے
دے رہی کہ میں نے ساری عمر اتنی پیاری پوتیوں کو خود
سے دور رکھا۔" وہ آزردگی سے مسکرائیں۔

"وہ چلیں کوئی بات نہیں ٹینشن نہ لیں وہ کہتے ہیں
ناں دیر آید درست آید۔ اب دادی پوتی کا دن رات
کا ساتھ ہے اپنی محبت اور شفقت نچھاور کرتی رہیں
پوتی پر۔" وہ مسکرایا۔

"میں نے ساری عمر میمونہ سے بلاوجہ کا عناد
پالے رکھا۔ حالانکہ اس بے چاری کا قصور صرف یہ تھا
ناں کہ وہ لئیق سے شادی سے پہلے بیوگی کی چادر
اوڑھ چکی تھی۔ وہ اتنی کم عمری میں بیوہ ہوئی تھی۔ اس

کے ماں باپ نے اس کا دوسرا گھر تو بسانا ہی تھا ناں تمہارے دادا جان نے دوست کا بوجھ بانٹنے کے لیے بیٹے کا رشتہ پیش کر دیا اور میں نے میمونہ کی اچھائیوں اور خوبیوں کو نظر انداز کرتے ہوئے صرف اس کا بیوہ ہونا یاد رکھا۔ کس قدر جہالت اور توہم پرستی کا ثبوت دیا میں نے حالانکہ وہ تنقیق کے لیے بہترین شریک حیات ثابت ہوئی لیکن میں اپنی کم عقلی اور خود ساختہ انا کے ہاتھوں اتنی مجبور ہوئی کہ زندگی بھر اسے اس کا جائز مقام ہی نہ دیا۔"

"دادی جان کیوں سوچتی ہیں اتنا۔ اب سب ٹھیک ہو گیا ہے ناں۔ پلیز اتنی ٹینشن مت لیں۔"

"نہیں معاذ! اللہ نے یہ مہلت سوچنے کے لیے ہی تو دی ہے۔" وہ دھیرے سے بولیں۔

"مجھے بہو سے پرخاش تھی ناں۔ پر پوتیوں کا کیا قصور تھا۔ میں نے ساری عمر صرف ایک پوتی کے لاڈ اٹھائے تمہیں بتاؤں معاذ میرا دل کرتا ہے میں وقت کا پہیہ پیچھے سرکاؤں۔

انابیہ اور عیشا کے ویسے ہی لاڈ اٹھاؤں جیسے میں نے سارہ کے اور تم لوگوں کے اٹھائے ہیں لیکن میرے نصیب میں صرف ان سے خدمت لینا لکھا ہے۔ بس میرے روم روم سے ان کے لیے دعا نکلتی ہے اس کے سوا کچھ نہیں کر پاتی۔" ان کی آنکھوں کے گوشے گیلے ہوئے تھے۔ معاذ خاموشی سے ان کا ہاتھ تھپکنے لگا۔

"آج کل میرے دل میں ایک اور خواہش بیدار ہوئی ہے بس تیری ماں کے ردعمل سے ڈر لگتا ہے پھر سوچتی ہوں تنقیق سے کہہ کر دیکھوں ہو سکتا ہے وہ رافعہ کو سمجھا پائے۔"

"امی کو سمجھانا ابو کے بس کی بات نہیں۔ آپ مجھے بتائیں ناں میں کوئی تدبیر لڑاؤں گا۔ آخر بات ہے کیا؟" اس نے مسکرا کر پوچھا۔

"ہاں یہ بھی صحیح ہے۔ سب سے پہلے تو تجھ سے ہی پوچھنا پڑے گا لیکن میں بتائے دے رہی ہوں تو اور تیری ماں مل کر بھی کوشش کرو گے تو میری انابیہ کے جوڑ کی لڑکی نہ ڈھونڈ پاؤ گے۔"

"مطلب؟" اس نے دادی کو حیرت سے دیکھا

"میں نے تیرے لیے انابیہ کو سوچا ہے۔ تجھے کوئی اعتراض تو نہیں؟" انہوں نے بہت آس سے پوچھا۔ وہ کچھ لمحے حیرت بھری بے یقینی سے دادی کو دیکھتا رہا پھر اس کے ہونٹوں پر دلفریب مسکراہٹ بکھر گئی۔ گردن موڑ کر کسی کے موجود نہ ہونے کا یقین کر کے وہ دادی کی طرف جھکا۔

"آپ کے اور میرے خیالات میں سوفی صد ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ دادی جان! میں نے بھی اپنے لیے کچھ اسی قسم کی بات سوچی ہے اب آپ ہیں ناں میری پشت پر تو میری ساری ٹینشن ختم۔ امی کو الو الو کیے بنا ابو اور چچا جان سے ڈائریکٹ بات کریں ہو سکتا ہے بات بن ہی جائے۔"

اس نے اپنی رضامندی دینے کے ساتھ ساتھ صلاح بھی دے دی تھی۔ دادی کا چہرہ خوشی سے چمکنے لگا تھا۔ انہوں نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔

☆☆☆

اویس صبح شام میسج کر کے انابیہ سے اس کا حال احوال لیتا تھا۔ آج اس نے کال کی تھی۔

"آپ ٹینشن نہ لیں اویس بھائی میں یہاں بالکل خیریت سے ہوں۔" انابیہ نے اس کی تسلی کروائی۔

"یار! کیا کروں تمہارے بارے میں ٹینشن نہ لینا میرے دائرہ اختیار سے باہر ہے، ہر وقت دھیان تمہاری طرف لگا رہتا ہے۔ عیشا نے بتایا ہے کہ تمہاری تائی جان کے انداز اور تیور اب بھی وہ ہی ہیں اور چڑیا جتنا تو تمہارا دل ہے۔ ان لوگوں کے ساتھ کیسے رہ رہی ہوں۔"

وہ واقعی اس کے لیے بہت فکرمند تھا۔ انابیہ اس کی محبت پر مغرور ہوئی۔

"اب میں تائی جان کے تیوروں سے زیادہ نہیں گھبراتی اویس بھائی کیونکہ اب میرا خیال رکھنے کو

میری دادی جان ہیں۔ ہم دونوں دادی پوتی ایک دوسرے کا خیال رکھتے ہیں۔ میں واقعی بہت خوش ہوں کہ مجھے ان کے ساتھ رہنے اور ان کی خدمت کا موقع مل رہا ہے۔ وہ بہت اچھی ہیں۔ ہمارے درمیان جتنا بھی فاصلہ تھا وہ سمٹ گیا ہے۔ مجھے ان کی محبت اور شفقت پانا بہت اچھا لگ رہا ہے۔"

انابیہ نے ہر ممکن طریقے سے اس کی تسلی کروائی۔ "چلو اچھی بات ہے اپنا خیال رکھنا۔" اویس بھی ذرا مطمئن ہوا تھا۔ وہ اب اس سے خالہ، خالو کی خیریت دریافت کرنے لگی۔

دو ہفتے بعد لئیق میمونہ اور عیشا ملنے آئے تھے۔ بڑھاپے اور کمزوری کی وجہ سے دادی جان کی طبیعت میں خاطر خواہ اضافہ نہ ہوا تھا اور وہ اپنی حالت کے پیش نظر جلد از جلد اپنی دلی خواہش پوری کرنا چاہتی تھیں جب ہی لئیق اور عتیق کو بلا کر انابیہ اور معاذ کے رشتے کی بات چھیڑی تھی۔

"معاذ میرے جگر کا ٹکڑا ہے اور میں اس کے لیے انابیہ سے بہتر کوئی اور انتخاب نہیں پاتی۔ میری پوتی بھی لاکھوں میں ایک ہے۔ میرا حکم سمجھ لو یا مرتی ماں کی آخری خواہش۔ مجھے میرے پوتے، پوتی کی خوشی دیکھ لینے دو۔ اگر تم دونوں میں سے کسی کو اعتراض ہے تو ابھی مجھے صاف جواب دو میں دوبارہ یہ بات اپنے لبوں پر نہیں لاؤں گی۔"

"کیسی بات کرتی ہیں اماں۔ معاذ پر آپ پورا حق رکھتی ہیں۔ اس کی زندگی کے حوالے سے آپ جو بھی فیصلہ کریں ہماری سرتابی کی مجال کہاں اور پھر آپ نے تو اس کے لیے اتنا بہترین انتخاب کیا ہے اس گھر کو انابیہ جیسی بہو کی ہی ضرورت ہے۔ شیراز کے لیے تو اس کی ماں نے من مرضی کر لی لیکن معاذ کے لیے میں نے اس کا کوئی الٹا سیدھا فیصلہ ویسے ہی قبول نہیں کرنا تھا۔ مجھے یہ تجویز دل و جان سے قبول ہے آپ لئیق اور میمونہ سے پوچھ لیں۔" عتیق احمد نے پل بھر میں ہی اپنی رضامندی دے دی تھی۔ وہ واقعی ماں کے لبوں سے یہ بات سن کر خوش ہوئے تھے

اتنے دنوں سے بھتیجی ان کی نظروں کے سامنے تھی ان پر اس کے جوہر کیوں نہ کھلتے۔ اپنے لائق فائق اور فرماں بردار بیٹے کے لیے ایسی سلجھی ہوئی، نیک سیرت اور سگھڑ لڑکی کا رشتہ وہ کیوں کہ قبول نہ کرتے شیراز کے لیے رافعہ کا فیصلہ انہیں ویسے ہی نہ بھاتا تھا۔ بیگم کی آنکھوں پر تو بہن اور بھانجی کی محبت کے پردے پڑے تھے لیکن شیراز کی خواہش اور رجحان بھی اسی طرف تھا سو انہوں نے اس کے رشتے میں روڑے نہ اٹکائے لیکن اس سے پہلے معاذ ماں کے کسی غلط فیصلے کی بھینٹ چڑھتا انہیں انابیہ کا رشتہ نعمت غیر مترقبہ لگا اور انہوں نے بیوی سے مشورے کی زحمت کیے بنا ماں کو فوری رضامندی دے دی تھی۔

دادی جان اب امید بھری نگاہوں سے دوسرے بیٹے کو تک رہی تھیں، لئیق عجیب مخمصے میں مبتلا تھے۔ معاذ کی اچھائیوں سے انہیں کوئی انکار نہ تھا۔ وہ ہر لحاظ سے انابیہ کے لیے بہترین انتخاب تھا لیکن دل ہی دل میں وہ بھاوج کے مزاج سے خائف تھے۔ دوسری طرف ماں تھی زندگی میں پہلے بھی ایک بار وہ ماں کا دل دکھا چکے تھے۔ ان کی ڈاکٹری رپورٹس بتاتی تھیں کہ وہ لمحہ بہ لمحہ موت کی طرف بڑھ رہی ہیں۔ مرتی ماں کی آخری خواہش رد کرنے کا جگرا ان میں نہ تھا۔

"آپ نے انابیہ کے لیے جو سوچا بہترین سوچا۔ مجھے بھی اس تجویز پر کوئی اعتراض نہیں۔" اپنے تمام تحفظات بالائے طاق رکھتے ہوئے وہ ماں پر محبت بھری نگاہ ڈالتے ہوئے مسکرا کر مخاطب ہوئے۔ دونوں بیٹوں کی رضامندی پا کر ان کا چہرہ کھل اٹھا تھا۔

☆☆☆

"آپ کیوں پریشان ہو رہے ہیں۔ آپ نے اماں کی خواہش کا مان رکھا اور اماں نے انابیہ کے لیے جو سوچا بہترین سوچا۔ سب خدشات کو ذہن سے جھٹک دیں۔"

میمونہ انہیں تسلی دے رہی تھیں لئیق نے محبت

سے بیوی کو دیکھا بجائے اس کے کہ وہ بیٹی کی زندگی کے اتنے اہم معاملے میں شریک نہ کیے جانے پر شکوہ کرتی انہیں ہی حوصلہ دے رہی تھیں۔

"بیٹی کا باپ ہوں میمونہ اسو طرح کے وہم ستاتے ہیں پھر رافعہ بھابھی کے مزاج سے بھی تم آگاہ ہو۔ پتا نہیں وہ اس رشتے کو دل سے قبول کریں گی بھی یا نہیں۔"

لئیق کے کہنے پر میمونہ ایک لمحے کو خاموش ہوئی تھیں۔ اپنی پوری زندگی ذہن کے پردے پر لہرائی ایک لمحے کے لیے ان کا دل بھی ڈوب سا گیا مگر پھر انہوں نے شوہر کے سامنے تصویر کا روشن پہلو رکھا۔

"معاذ آپ ... کا سگا بھتیجا ہے۔ اس میں خوبیاں ہی خوبیاں ہیں۔ کوئی خامی ڈھونڈے سے نہیں ملتی۔ کیا گارنٹی ہے کہ ہم انابیہ کے لیے باہر کہیں کوئی رشتہ تلاش کرتے تو ایسا بہترین بر ڈھونڈ پاتے اور ہمارے معاشرے میں عمومی طور پر بہوؤں کو ساس کا نرم گرم مزاج جھیلنا پڑتا ہی ہے۔ آپ بھابھی جان کی وجہ سے پریشان نہ ہوں۔" انہوں نے شوہر کو تسلی دی۔

لئیق نے محض ہنکارا بھرنے پر اکتفا کیا

"میرا معاملہ انابیہ سے مختلف تھا۔ انابیہ میں کوئی ایسی کمی یا خامی نہیں۔ دیکھ لیجیے گا شادی کے بعد وہ بہت جلد سسرال میں اور سب کے دل میں جگہ بنا لے گی۔" انہوں نے اپنی دانست میں شوہر کو تسلی دینا چاہی تھی لیکن لئیق اس بات پر خفا ہو گئے۔

"تم میں بھی کوئی کمی یا خامی نہیں تھی اور تم جیسا جیون ساتھی پانا میری زندگی کی سب سے بڑی خوش قسمتی ہے۔ پتا نہیں تم بار بار ایسی بات کیوں کر جاتی ہو۔" وہ ناراض ہوئے۔

"اچھا جناب غلطی ہو گئی۔ آئندہ نہیں دہراؤں گی۔" میمونہ نے پل بھر میں غلطی کا اعتراف کر لیا لئیق مسکرا دیے تھے۔

"خالہ اماں! آپ نے میرے ساتھ اچھا نہیں کیا۔" رافعہ ساس سے شکوہ کر رہی تھیں "میرے بیٹے کی زندگی کا معاملہ تھا اور آپ سب نے مجھے ہی دودھ میں سے مکھی کی طرح پھینک دیا۔ آپ کو میرا درد سمجھنا چاہیے کیونکہ یہ سب آپ کے ساتھ بھی بیت چکا ہے۔"

رافعہ نروٹھے پن سے ان سے مخاطب تھیں۔ وہ ماضی کی کس بات کا حوالہ دے رہی تھیں دادی جان کو سمجھنے میں پل نہ لگا تھا۔

"تمہارا شکوہ بالکل جائز اور برحق ہے رافعہ! لیکن خدا کے لیے تم وہ غلطی نہ کرنا جو میں کر بیٹھی تھی کھلے دل و دماغ سے سوچو گی تو میرا فیصلہ تمہیں اتنا بھی نامناسب نہیں لگے گا۔ یہ تو میں اپنی زندگی کی طرف سے بے اختیار ہو گئی تھی جو تمہیں راضی کیے بغیر یہ فیصلہ کر بیٹھی لیکن یقین جانو میرے بعد بھی تم اس فیصلے پر مجھے دعائیں دو گی اس گھر کو اور معاذ کو انابیہ سے بہترین لڑکی کوئی اور نہیں مل سکتی تھی۔ اپنے دل میں اس بچی کے لیے گنجائش پیدا کرو۔"

وہ رسانیت بھرے انداز میں بھانجی کو سمجھا رہی تھیں رافعہ کچھ بولے بغیر خفگی سے منہ پھلائے بیٹھی تھیں۔

"تمہارے بچوں میں معاذ کی طبیعت اور مزاج سب سے الگ ہے آج کل کی لڑکیوں میں جو تیزی طراری ہوتی ہے وہ کسی ایسی لڑکی کے ساتھ نباہ کر ہی نہ سکتا تھا۔ انابیہ گھر بنانے والی اور رشتوں کو جوڑ کر رکھنے والی لڑکی ہے معاذ اس کے ساتھ بہت خوش رہے گا تم میرا یقین تو کرو۔"

"اب میرے یقین کرنے یا نہ کرنے سے کیا ہوگا۔ ہوگا تو وہ ہی جو آپ لوگ فیصلہ کر بیٹھے ہیں۔" وہ خفگی جتاتی اٹھ کر چلی گئیں۔

"اگر آپ راضی نہیں ہیں تو میں اس رشتے سے انکار کر دیتا ہوں امی۔" رات کو معاذ ان کے گھٹنے پکڑے بیٹھا تھا۔

"بس رہنے دو۔ اپنے باپ اور دادی کو رضامندی دے بیٹھے ہو جب سب کچھ طے ہو گیا ہے تو ماں کی رضامندی کا خیال آیا ہے۔" انہوں نے اس کے ہاتھ جھٹک کر پرے ہٹائے۔

"دادی جان کی آخری خواہش تھی میں انہیں ے منع کرتا امی۔"

اس نے اپنی پسندیدگی کا ذکر گول کرتے ہوئے ب دادی پر ڈالا۔ جانتا تھا کہ اگر ماں کو انابیہ کے ے میں اس کے دلی جذبات کی بھنک بھی پڑ گئی تو ید بدگمان ہو جائیں گی۔

"انابیہ اچھی بھلی لڑکی ہے امی۔ آپ کیوں اس شتے پر ناخوش ہیں" سارہ نے بھی حیرت سے ماں ے پوچھا۔

"تمہیں تو اچھی لگے گی ہی۔ تمہارے حصے کی مہ داریاں وہ جو نبھا رہی ہے۔" رافعہ بیٹی کی رگ ل سے واقف تھیں۔

"سچ کہہ رہی ہیں امی۔ میں تو یہ سوچ کر پریشان ہوتی تھی کہ جب انابیہ چلی جائے گی تو میں دادی جان کو کیسے سنبھالوں گی۔ میرا مطلب ہے ایک دو گھنٹے کی تیمارداری تو پھر ممکن ہے مگر چوبیس گھنٹے کی نگہداشت نہیں بھئی یہ میرے بس کی بات تو نہیں تھی۔" وہ اپنے ازلی منہ پھٹ انداز میں بولی۔ رافعہ بس اسے گھور کر رہ گئیں۔

"ٹھیک ہے امی! جب آپ ہی راضی نہیں تو میں یہ رشتہ جوڑ کر کیا کروں گا۔ میرے لیے سب سے مقدم آپ کی رضامندی ہے۔ میں ابو اور دادی جان دونوں سے خود معذرت کر لوں گا۔" معاذ اٹھتے ہوئے بولا۔ کن اکھیوں سے ماں کے چہرے کے تاثرات بھی ملاحظہ کر رہا تھا۔ "رہنے دو جب تمہارے ابو اور دادی دونوں کی یہ ہی خواہش ہے تو میں انکار کر کے بری کیوں بنوں۔ مان تو ان کی بات۔ میرا کیا ہے سمجھوتہ کر ہی لوں گی۔"

وہ نروٹھے پن سے بولیں بیٹے کی سعادت مندی نے انہیں مطمئن ضرور کر دیا تھا۔

"چلیں جیسے آپ کی مرضی۔ وہ فرماں برداری دکھاتا پھر سے بیٹھ گیا تھا۔ من کی مراد اتنی آسانی سے پوری ہو جائے گی یہ اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ دادی جان کی اگلی خواہش انابیہ اور معاذ کے نکاح کی تھی، پتا نہیں انہیں بے اعتباری بہو کی طرف سے تھی یا اپنی زندگی سے بس انہوں نے دونوں بیٹوں سے اپنی خواہش کا اظہار کر دیا تھا۔ وہ اپنی آنکھوں کے سامنے دونوں کو نکاح کے بندھن میں باندھنا چاہتی تھیں۔ ان کی طبیعت پھر سے بگڑنے لگی تھی۔ لئیق اور عتیق دونوں ہی ماں کی خواہش رد نہ کر پائے۔ سادہ سی تقریب میں انابیہ اور معاذ کا نکاح پڑھوا دیا گیا۔

☆☆☆

دادی کی بگڑتی طبیعت کی پریشانی انابیہ کو پانے کی خوشی پر غالب آ گئی تھی۔ وہ اپنے ڈاکٹر دوست سے دادی کی رپورٹس فون پر ڈسکس کر رہا تھا۔ سگنلز کے مسئلے کی وجہ سے کال بار بار ڈراپ ہو رہی تھی۔ وہ فون لیے باہر کی سمت بڑھا مگر پھر ٹھٹک کر رکا تھا۔ داخلی دروازے کی سیڑھیوں پر انابیہ بیٹھی اور وہ بھی یقیناً فون پر ہی کسی سے محو گفتگو تھی۔ معاذ اس کی گفتگو سننے کے ارادے سے وہاں نہیں گیا تھا لیکن جو بات اس کے کانوں میں پڑی تو اس کا واپس پلٹنا مشکل ہو گیا۔

"مجھے کیا خبر تھی اویس بھائی کہ یوں اچانک سب کچھ طے پا جائے گا میں تو خود اب تک بے یقین ہوں۔ آپ کو بتانے تک کی بھی مہلت نہیں ملی۔" وہ روہانسی ہو کر کسی کو وضاحت دے رہی تھی معاذ کے قدم جکڑے گئے تھے۔

"خوش ہونے یا نہ ہونے کا مرحلہ تو بعد میں آتا ہے اویس بھائی! پہلا مرحلہ تو یقین کرنے کا ہے۔" وہ ٹھنڈا سانس بھرتے ہوئے بولی تھی۔ دوسری طرف سے جانے کیا کہا گیا تھا کہ وہ تڑپ کر بول اٹھی تھی۔

"میری زندگی پر آپ کا حق اور اختیار کوئی چیلنج نہیں کر سکتا۔ بابا صرف دادی جان کی طبیعت کی وجہ سے مجبور ہو گئے تھے ورنہ آپ جانتے ہیں امی بابا نے میرے حوالے سے پہلے بات آپ ہی کی مانی تھی۔" انابیہ کی وضاحتوں کا سلسلہ ختم ہونے میں نہ آ رہا تھا اس کے لہجے کا رنج، آزردگی اور کسی اور شخص کی اس کی

زندگی میں استحقاق بھری موجودگی سننے کو باقی رہ بھی گیا تھا۔ معاذ بھول گیا تھا کہ وہ ایک ضروری کال کرنے اس طرف آیا تھا۔ دل و دماغ پر بھاری بوجھ لیے وہ دھیرے سے وہاں سے پلٹ گیا۔

☆☆☆

دادی جان کی طبیعت سنبھلنے میں نہ آرہی تھی۔ اس بار انہیں اسپتال لے جایا گیا تو ان کا جسدِ خاکی ہی واپس آیا تھا۔ ان کی حالت کے پیشِ نظر ذہنی طور پر سب پہلے ہی یہ حقیقت تسلیم کر چکے تھے کہ ان کی عمر کی نقدی بس ختم ہونے والی ہے لیکن پھر بھی ان کے بچھڑنے کے غم سے سب نڈھال تھے۔

موت کی ہیبت اور سفاکی وقتی طور پر ہی سہی مگر سب کو زندگی کی ناپائیداری کا احساس دلا کر جھنجوڑ دیتی ہے۔ ہر آنکھ ان کی جدائی پر اشکبار تھی۔

سب سے برا حال انابیہ کا تھا۔ پچھلے کچھ عرصے سے اس کا اور ان کا دن رات کا ساتھ تھا۔ اس عرصے میں اسے دادی جان سے جو محبت اور شفقت ملی اس نے اس کی ساری عمر کی تشنگی مٹا دی تھی۔ وہ ان کو بار بار مان بھرے انداز میں باور کروائی تھی کہ طبیعت میں بہتری آنے پر انہیں اپنے ساتھ اپنے گھر لے جائے گی، وہ اس بات پر مسکرا دیتی تھیں شاید جان گئی تھیں کہ اب زندگی انہیں کوئی بھی مہلت دینے پر آمادہ نہیں۔

اپنی پیاری پوتیوں کے ساتھ ماضی میں روا رکھے جانے والی بے گانگی انہیں ہر پل کے پچھتاوے میں جتلا رکھتی تھی اور انابیہ انہیں بار بار یقین دلاتی کہ وہ ان کی اتنی محبت اور شفقت پانے کے بعد ماضی کو بالکل فراموش کر چکی ہے۔

"اللہ تجھے معاذ کے سنگ اتنا خوش رکھے میری بچی کہ تیری دادی کی روح تک آسودہ رہے۔" وہ اسے دعا دیتیں۔

"ویسے تجھے معاذ اچھا تو لگتا ہے ناں؟" وہ پوتی سے کسی گہری سہیلی کی طرح رازداری سے پوچھتیں۔

"آپ ہر وقت ان کی تعریفیں کرتی ہیں ظاہر ہے اچھے ہی ہوں گے۔" انابیہ سر جھکا کر جواب دیتی۔

"اچھا نہیں بہت اچھا ہے۔ تم دونوں بنے ہی ایک دوسرے کے لیے ہو۔ ایک دوسرے کے سنگ زندگی گزارو گے ناں تو دادی کو دعائیں دو گے۔" وہ ان کا رشتہ جڑنے پر واقعی بہت خوش تھیں۔ اور انابیہ کو کم از کم یہ اطمینان تھا کہ وہ ان کی زندگی میں آنے والی آخری خوشی کا باعث بنی۔

خالہ، خالو اور اویس بھائی دادی جان کے جنازے میں شریک ہونے آئے تھے، غم کی شدت سے معاذ نڈھال تھا لیکن جب لئیق احمد نے بھتیجے کا تعارف بیوی کے بھانجے سے کروایا تو وہ اس کا نام سن کر چونکا۔ اس نے اویس سے مصافحہ بھی کیا اور تعزیت بھی وصول کی لیکن اس سے مل کر دل پر بوجھ بڑھ گیا تھا۔

دراز قد، خوبرو اور جاذبِ نظر شخصیت رکھنے والا اویس یقیناً کسی بھی لڑکی کا خواب ہو سکتا تھا۔

معاذ کو اپنی جلد بازی پر غصہ آرہا تھا۔ اس نے سوچا ہی نہیں کہ انابیہ بھی اپنی زندگی کے حوالے سے کوئی رائے رکھتی ہوگی اس نے صرف اپنے دل کی سنتے ہوئے دادی کی مدد سے جھٹ پٹ انابیہ کو اپنے نام کروالیا۔ کسی نے اس بے چاری کی رائے تک لینے کی زحمت نہ کی۔

انابیہ کے ساتھ ہونے والی زیادتی کا خیال اسے بے چین کر گیا تھا۔ جو ہوا وہ ٹھیک نہ تھا۔ زندگی بھر کے بندھن میں کوئی ایک فریق دل سے راضی نہ ہو تو پھر یہ بندھن دونوں کے لیے ہی بوجھ بن جاتا ہے۔ معاذ ابھی سے ہی خود کو اس بوجھ تلے دبا محسوس کر رہا تھا۔ آگے جانے کیا ہونا تھا۔ وہ بے بسی سے لب بھینچ کر رہ گیا۔

☆☆☆

لئیق احمد بیوی اور بیٹیوں کے ساتھ رخصت ہو گئے تھے۔ انابیہ ابھی تک دادی کی جدائی کے غم سے نڈھال تھی اس کی آنکھوں کی سرخی ختم نہ ہو رہی تھی۔

"دادی جان کی آخری خواہش تھی میں انہیں ...منع کرتا امی۔"

اس نے اپنی پسندیدگی کا ذکر گول کرتے ہوئے ...دادی پر ڈالا۔ جانتا تھا کہ اگر ماں کو انابیہ کے ...ے میں اس کے دلی جذبات کی بھنک بھی پڑ گئی تو ...ید بدگمان ہو جائیں گی۔

"انابیہ اچھی بھلی لڑکی ہے امی۔ آپ کیوں اس ...شتے پر ناخوش ہیں" سارہ نے بھی حیرت سے ماں ...ے پوچھا۔

"تمہیں تو اچھی لگے گی ہی۔ تمہارے حصے کی ...مہ داریاں وہ جو نبھا رہی ہے۔" رافعہ بیٹی کی رگ ...ل سے واقف تھیں۔

"سچ کہہ رہی ہیں امی۔ میں تو یہ سوچ کر پریشان ہوتی تھی کہ جب انابیہ چلی جائے گی تو میں دادی جان کو کیسے سنبھالوں گی۔ میرا مطلب ہے ایک دو گھنٹے کی تیمارداری تو پھر ممکن ہے مگر چوبیس گھنٹے کی نگہداشت نہیں بھئی یہ میرے بس کی بات تو نہیں تھی۔" وہ اپنے ازلی منہ پھٹ انداز میں بولی۔ رافعہ بس اسے گھور کر رہ گئیں۔

"ٹھیک ہے امی! جب آپ ہی راضی نہیں تو میں یہ رشتہ جوڑ کر کیا کروں گا۔ میرے لیے سب سے مقدم آپ کی رضامندی ہے۔ میں ابو اور دادی جان دونوں سے خود معذرت کر لوں گا۔" معاذ اٹھتے ہوئے بولا۔ کن انکھیوں سے ماں کے چہرے کے تاثرات بھی ملاحظہ کر رہا تھا۔ "رہنے دو جب تمہارے ابو اور دادی دونوں کی یہ ہی خواہش ہے تو میں انکار کر کے بری کیوں بنوں۔ مان لو ان کی بات۔ میرا کیا ہے سمجھوتہ کر ہی لوں گی۔"

وہ نروٹھے پن سے بولیں بیٹے کی سعادت مندی نے انہیں مطمئن ضرور کر دیا تھا۔

"چلیں جیسے آپ کی مرضی۔" وہ فرماں برداری دکھاتا پھر سے بیٹھ گیا تھا۔ من کی مراد اتنی آسانی سے پوری ہو جائے گی یہ اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ دادی جان کی اگلی خواہش انابیہ اور معاذ کے نکاح کی تھی، پتا نہیں انہیں بے اعتباری بہو کی طرف سے تھی یا اپنی زندگی سے۔ بس انہوں نے دونوں بیٹوں سے اپنی خواہش کا اظہار کر دیا تھا۔ وہ اپنی آنکھوں کے سامنے دونوں کو نکاح کے بندھن میں باندھنا چاہتی تھیں۔ ان کی طبیعت پھر سے بگڑنے لگی تھی۔ لئیق اور عتیق دونوں ہی ماں کی خواہش رد نہ کر پائے۔ سادہ سی تقریب میں انابیہ اور معاذ کا نکاح پڑھوا دیا گیا۔

☆☆☆

دادی کی بگڑتی طبیعت کی پریشانی انابیہ کو پانے کی خوشی پر غالب آ گئی تھی۔ وہ اپنے ڈاکٹر دوست سے دادی کی رپورٹس فون پر ڈسکس کر رہا تھا۔ سگنلز کے مسئلے کی وجہ سے کال بار بار ڈراپ ہو رہی تھی۔ وہ فون لیے باہر کی سمت بڑھا مگر پھر ٹھٹک کر رکا تھا۔ داخلی دروازے کی سیڑھیوں پر انابیہ بیٹھی اور وہ بھی یقیناً فون پر ہی کسی سے محو گفتگو تھی۔ معاذ اس کی گفتگو سننے کے ارادے سے وہاں نہیں گیا تھا لیکن جو بات اس کے کانوں میں پڑی تو اس کا واپس پلٹنا مشکل ہو گیا۔

"مجھے کیا خبر تھی اویس بھائی کہ یوں اچانک سب کچھ طے پا جائے گا میں تو خود اب تک بے یقین ہوں۔ آپ کو بتانے تک کی بھی مہلت نہیں ملی۔" وہ روہانسی ہو کر کسی کو وضاحت دے رہی تھی معاذ کے قدم جکڑے گئے تھے۔

"خوش ہونے یا نہ ہونے کا مرحلہ تو بعد میں آتا ہے اویس بھائی! پہلا مرحلہ تو یقین کرنے کا ہے۔" وہ ٹھنڈا سانس بھرتے ہوئے بولی تھی۔ دوسری طرف سے جانے کیا کہا گیا تھا کہ وہ تڑپ کر بول اٹھی تھی۔

"میری زندگی پر آپ کا حق اور اختیار کوئی چیلنج نہیں کر سکتا۔ بابا صرف دادی جان کی طبیعت کی وجہ سے مجبور ہو گئے تھے ورنہ آپ جانتے ہیں امی بابا نے میرے حوالے سے پہلے بات آپ ہی کی مانی تھی۔"

انابیہ کی وضاحتوں کا سلسلہ ختم ہونے میں نہ آ رہا تھا اس کے لہجے کا رنج، آزردگی اور کسی اور شخص کی اس کی

زندگی میں استحقاق بھری موجودگی سننے کو باقی رہ بھی گیا تھا۔ معاذ بھول گیا تھا کہ وہ ایک ضروری کال کرنے اس طرف آیا تھا۔ دل و دماغ پر بھاری بوجھ لیے وہ دھیرے سے وہاں سے پلٹ گیا۔

☆☆☆

دادی جان کی طبیعت سنبھلنے میں نہ آرہی تھی۔ اس بار انہیں اسپتال لے جایا گیا تو ان کا جسدِ خاکی ہی واپس آیا تھا۔ ان کی حالت کے پیشِ نظر ذہنی طور پر سب پہلے ہی یہ حقیقت تسلیم کرچکے تھے کہ ان کی عمر کی نقدی بس ختم ہونے والی ہے لیکن پھر بھی ان کے بچھڑنے کے غم سے سب نڈھال تھے۔

موت کی ہیبت اور سفا کی وقتی طور پر ہی سہی مگر سب کو زندگی کی ناپائیداری کا احساس دلا کر جھنجوڑ دیتی ہے۔ ہر آنکھ ان کی جدائی پر اشکبار تھی۔

سب سے برا حال انابیہ کا تھا۔ پچھلے کچھ عرصے سے اس کا اور ان کا دن رات کا ساتھ تھا۔ اس عرصے میں اسے دادی جان سے جو محبت اور شفقت ملی اس نے اس کی ساری عمر کی تشنگی مٹا دی تھی۔ وہ ان کو بار بار مان بھرے انداز میں باور کروائی تھی کہ طبیعت میں بہتری آنے پر انہیں اپنے ساتھ اپنے گھر لے جائے گی، وہ اس بات پر مسکرا دیتی تھیں شاید جان گئی تھیں کہ اب زندگی انہیں کوئی بھی مہلت دینے پر آمادہ نہیں۔

اپنی پیاری پوتیوں کے ساتھ ماضی میں روا رکھے جانے والی بے گانگی انہیں ہر پل کے پچھتاوے میں جلا رکھتی تھی اور انابیہ انہیں بار بار یقین دلاتی کہ وہ ان کی اتنی محبت اور شفقت پانے کے بعد ماضی کو بالکل فراموش کرچکی ہے۔

"اللہ تجھے معاذ کے سنگ اتنا خوش رکھے میری بچی کہ تیری دادی کی روح تک آسودہ رہے۔" وہ اسے دعا دیتیں۔

"ویسے تجھے معاذ اچھا تو لگتا ہے ناں؟" وہ پوتی سے کسی گہری سہیلی کی طرح رازداری سے پوچھتیں۔

"آپ ہر وقت ان کی تعریفیں کرتی ہیں ظاہر ہے اچھے ہی ہوں گے۔" انابیہ سر جھکا کر جواب دیتی۔

"اچھا نہیں بہت اچھا ہے۔ تم دونوں بنے ہی ایک دوسرے کے لیے ہو۔ ایک دوسرے کے سنگ زندگی گزارو گے ناں تو دادی کو دعائیں دو گے۔"

ان کا رشتہ جڑنے پر واقعی بہت خوش تھیں۔ اور انابیہ کو کم از کم یہ اطمینان تھا کہ وہ ان کی زندگی میں آنے والی آخری خوشی کا باعث بنی۔

خالہ، خالو اور اویس بھائی دادی جان کے جنازے میں شریک ہونے آئے تھے، غم کی شدت سے معاذ نڈھال تھا لیکن جب لئیق احمد نے بھتیجے کا تعارف بیوی کے بھانجے سے کروایا تو وہ اس کا نام سن کر چونکا۔ اس نے اویس سے مصافحہ بھی کیا اور تعزیت بھی وصول کی لیکن اس سے مل کر دل پر بوجھ بڑھ گیا تھا۔

دراز قد، خوبرو اور جاذبِ نظر شخصیت رکھنے والا اویس یقیناً کسی بھی لڑکی کا خواب ہو سکتا تھا۔

معاذ کو اپنی جلد بازی پر غصہ آرہا تھا۔ اس نے سوچا ہی نہیں کہ انابیہ بھی اپنی زندگی کے حوالے سے کوئی رائے رکھتی ہوگی اس نے صرف اپنے دل کی سنتے ہوئے دادی کی مدد سے جھٹ پٹ انابیہ کو اپنے نام کروالیا۔ کسی نے اس بے چاری کی رائے تک لینے کی زحمت نہ کی۔

انابیہ کے ساتھ ہونے والی زیادتی کا خیال اسے بے چین کرگیا تھا۔ جو ہوا وہ ٹھیک نہ تھا۔ زندگی بھر کے بندھن میں کوئی ایک فریق دل سے راضی نہ ہو تو پھر یہ بندھن دونوں کے لیے ہی بوجھ بن جاتا ہے۔ معاذ ابھی سے ہی خود کو اس بوجھ تلے دبا محسوس کررہا تھا۔ آگے جانے کیا ہونا تھا۔ وہ بے بسی سے لب بھینچ کر رہ گیا۔

☆☆☆

لئیق احمد بیوی اور بیٹیوں کے ساتھ رخصت ہوگئے تھے۔ انابیہ ابھی تک دادی کی جدائی کے غم سے نڈھال تھی اس کی آنکھوں کی سرخی ختم نہ ہورہی تھی۔

معاذ نہ چاہتے ہوئے بھی اس کی غمزدہ صورت سے کچھ اور معنی بھی اخذ کر رہا تھا۔
جانے سے پہلے رافعہ نے دیور، دیورانی کو مخاطب کیا۔
''یہ وقت ایسی بات کے لیے مناسب تو نہیں لیکن تم بیٹی کے ماں باپ ہو۔ تمہیں ذہنی طور پر تیار کرنا میرا فرض ہے۔ میں اب شیراز اور معاذ کی شادی میں مزید تاخیر نہیں چاہتی۔ خالہ اماں کے بعد گھر ویسے ہی کاٹ کھانے کو دوڑ رہا ہے۔ بس میں اب جلد از جلد بہوئیں گھر میں لانا چاہتی ہوں۔ ہم دو مہینوں کے اندر اندر انابیہ کی رخصتی لے لیں گے۔''
انہوں نے قطعی انداز میں باور کروایا۔ معاذ جو ان لوگوں کو رخصت کرنے کے لیے دروازے پر کھڑا تھا ایک اچٹتی نگاہ انابیہ پر ڈالی جو تائی کی بات سن کر متوحش نگاہوں سے ماں باپ کو تک رہی تھی۔
''انابیہ آپ کی امانت ہے بھابھی! جب چاہیں آ کر لے جائیں۔''
لئیق احمد نے متانت بھرے لہجے میں جواب دیا۔ انابیہ نے تڑپ کر باپ کو دیکھا۔ معاذ کی نگاہوں سے اس کا ردعمل مخفی نہ رہ پایا تھا وہ نگاہوں کا رخ پھیر گیا تھا۔
''میں معاذ سے مل کر مطمئن ہوا ہوں۔ وہ اچھا لڑکا ہے اب تم اپنے خدشات سے پیچھا چھڑا والو۔''
اویس آج آفس سے واپسی پر سیدھا وہیں آ گیا تھا اور انابیہ کے کمرے میں جا کر اسے سمجھانے بیٹھ گیا۔
''وہ اچھے ہیں میں ان کی اچھائی کی منکر نہیں لیکن میں ڈرتی ہوں کہ کہیں میرے مقدر میں بھی امی والی زندگی نہ ہو۔ تائی جان اس رشتے پر دل سے راضی نہیں۔ وہ صرف دادی جان کی حالت کے پیش نظر یہ کڑوا گھونٹ پینے پر راضی ہوئی ہیں اور میں اس گھر میں ان چاہا بن کر نہیں جانا چاہتی۔'' انابیہ نے اپنے مسئلے سے آگاہ کیا۔ اویس ایک پل کے لیے خاموش ہو گیا۔
''خود کو خالہ سے کمپیئر مت کرو تم جانتی ہو تمہاری پوزیشن اور ان کی پوزیشن میں زمین آسمان کا فرق ہے۔'' اس نے انابیہ کو رسان بھرے لہجے میں سمجھایا۔
''آپ ابھی میری تائی جان سے سرسری سا ملے ہیں دو دن بھی ان کے ساتھ گزارنے پڑتے تو پتا چلتا کہ ان کی گھورتی نگاہوں کا سامنا کرنا کتنا مشکل کام ہے۔'' انابیہ نے منہ بسورا تھا۔
''ارے چھوڑو یار! اسی فی صد ساسیں ایسی ہی خوف ناک ہوتی ہیں۔ بس تم جاتے کے ساتھ ہی معاذ کو مٹھی میں کر لینا۔ اپنی والدہ محترمہ سے وہ خود نمٹ لے گا۔'' اویس نے شگفتگی بھرے انداز میں اسے چھیڑا۔
''اویس بھائی!'' وہ معاذ کے ذکر پر ٹھیک ٹھاک شرما گئی تھی۔ اویس اس کا سر تھپتھپاتے ہوئے ہنس پڑا تھا۔

☆☆☆

کہاں اتنی فوری شادی پر اس کا دل ڈوب ڈوب جاتا تھا اور کہاں معاذ کے تصور پر ہی دل عجیب انداز میں دھڑکنے لگا تھا۔ دادی اپنے پوتے کو ہیرا کہتی تھیں۔ یہ ہیرا انہوں نے پوتی کی جھولی میں ڈال دیا تھا۔ انابیہ کو مرحومہ دادی پر پیار تو اپنے نصیب پر رشک آنے لگا تھا۔ تائی جان کے حوالے سے اس کی گھبراہٹ بھی آہستہ آہستہ ختم ہونے لگی تھی۔ جب معاذ اس کے ساتھ ہوگا تو وہ تائی جان کا گرم، سرد رویہ بھی جھیل لے گی۔ وہ اپنے دل کو سمجھانے میں کامیاب ہونے لگی تھی۔

☆☆☆

''شادی سے پہلے کسی کے لیے دل میں پسندیدگی بھرے جذبات رکھنا کوئی گناہ تو نہیں۔ انابیہ کے کردار میں کوئی کمی یا جھول نہیں۔'' معاذ کے دل نے انابیہ کو کلین چٹ دے دی تھی۔
قصور تو ان لوگوں کا تھا جنہوں نے اس کی رضامندی جانے بغیر اسے زبردستی کے بندھن میں

باندھ دیا تھا۔ بندھن بھی ایسا مضبوط جو معاذ چاہنے کے باوجود نہ توڑ سکتا تھا سچی بات تو یہ تھی کہ دل اس معاملے میں خود غرضی دکھا رہا تھا جو انابیہ کی خوشی کے بجائے اپنی خوشی سوچ رہا تھا۔

☆☆☆

میں انابیہ کو اتنی محبت، اتنا پیار دوں گا کہ وہ ماضی بھلانے پر مجبور ہو جائے گی۔ اللہ نے چاہا تو ہم دونوں ایک بھرپور زندگی جئیں گے۔ معاذ خود کو تسلی دیتا۔

جیسے جیسے شادی کے دن قریب آ رہے تھے اس کی خوش فہمی اور خوش گمانی بڑھتی جا رہی تھی۔ گھر میں جوش و خروش صرف شیراز اور عروسہ کے حوالے سے تھا۔ ماں من چاہی بہو کے لیے دھڑا دھڑ شاپنگ کر رہی تھی۔ ہر چیز ایک سے بڑھ کر ایک تھی لیکن شادی سے پہلے عروسہ نے اپنی پسند کی خریداری کی فرمائش کر دی۔ کندھا شیراز کا استعمال کیا تھا۔

"جب پیسے خرچ ہونے ہی ہیں تو اچھی بات نہیں کہ عروسہ اپنی مرضی کی چیزیں خرید لے۔ آپ اسے ساتھ لے جایا کریں بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ آپ اس جھنجٹ میں پڑتی ہی کیوں ہیں۔ آپ اپنے گھٹنوں کے درد سے ویسے ہی عاجز رہتی تھیں میں خالہ کے اکاؤنٹ میں پیسے ٹرانسفر کر دیتا ہوں۔ عروسہ اور خالہ خود ہی شاپنگ کر لیں گی۔" شیراز نے کھانے کی میز پر یہ موضوع چھیڑا۔

"واہ بیٹا جی جب میں اتنی ڈھیر ساری شاپنگ کر چکی ہوں تب تمہیں یہ خیال آیا ہے۔ عروسہ کو سمجھا دو کہ میں نے اس کے لیے ہر چیز بہترین خریدی ہے وہ فکر نہ کرے بلکہ میں خود ہی فون کروں گی۔" انہوں نے شیراز کو تسلی دی۔

"امی آپ شاپنگ کرنے سے پہلے خالہ کو بتا ہی دیتیں۔ وہ اور عروسہ بھی ساتھ شامل ہو جاتے۔" شیراز ذرا بدمزہ ہوا تھا پھر اچانک سے خیال آیا۔ "آپ بتا رہی تھیں کہ آپ نے ابھی انابیہ کے لیے خریداری کا آغاز نہیں کیا ہے۔ تو آپ یوں کیوں نہیں کرتیں کہ عروسہ کے لیے خریدی چیزیں انابیہ کے لیے رکھ لیں عروسہ اپنی شاپنگ اپنی مرضی سے کر لے گی۔" شیراز کی سوئی وہیں اٹکی تھی۔

"تمہارا دماغ درست ہے میں نے عروسہ کے لیے ایک سے بڑھ کر ایک چیز خریدی ہے وہ سب انابیہ کے لیے رکھ چھوڑوں۔" وہ غصے میں بیٹے کو جھڑک بیٹھی تھیں۔

"نہیں تو بیگم صاحبہ اچھی اور مہنگی چیزوں پر کیا آپ کی بھانجی کا ہی حق ہے یا معاذ اپنی کمائی آپ کے ہاتھ پر نہیں رکھتا جو آپ ابھی سے ہی دونوں بیٹوں کی بیویوں میں فرق روا رکھ رہی ہیں۔" عتیق نے بیگم کو ٹوک دیا تھا۔

"مجھے بھانجی پیاری ہونے کا طعنہ دے رہے ہیں اور آپ کی بھتیجی جس نے ابھی بہو بن کر گھر میں قدم نہیں رکھا آپ اس کی حمایت کے لیے ابھی سے خم ٹھونک کر میدان میں اتر آئے ہیں۔ جب وہ آ جائے گی جب کیا حشر کریں گے میرا۔" عروسہ اور شیراز پر آیا غصہ شوہر کی بے وقت مداخلت پر ان کی طرف منتقل ہو گیا۔

"میری بھتیجی آپ کی بھانجی سے لاکھ گنا اچھی ہے۔ جلد یا بدیر آپ کو بھی اس کا احساس ہو جائے گا۔"

انہوں نے مزید گرہ لگا دی تھی انابیہ کے لیے وہ چڑ اور بے زاری جو وقت گزرنے کے ساتھ ختم ہوتی جا رہی تھی شوہر کی بات سن کر پھر عود آئی۔

"ایک تو آپ نے میری مرضی کے بغیر میرے بیٹے کا رشتہ طے کر دیا اور نہ صرف رشتہ طے کیا بلکہ نکاح تک کر ڈالا اور اب اس کی خاطر مجھ سے لڑنے مرنے پر تیار بیٹھے ہیں ٹھیک کہتی ہوں عتیق احمد آپ کی بھاوج اور بھتیجیاں جادوگرنیاں ہیں وہ آخری عمر میں خالہ اماں کو کیسے شیشے میں اتار کے میرے بیٹے کو ہتھیا لیا اب آپ اٹھتے بیٹھتے ان کے نام کی مالا جپتے رہتے ہیں۔ میں تو اس وقت سے ڈرتی ہوں جب وہ لڑکی مستقل اس گھر میں آ جائے گی۔"

''میری بھاوج نے اپنی بچیوں کو خدمت، محبت اور اطاعت گزاری کا جادو سکھایا ہے۔ جس سے وہ ہر کسی کا دل مٹھی میں کر لیتی ہیں دیکھ لینا یہ جادو تم پر بھی چل کر رہے گا۔''

عتیق احمد مسکراتے ہوئے کھانے کی میز سے اٹھے اور جاتے جاتے بیوی کو مزید چھیڑ گئے تھے رافعہ کا موڈ بری طرح بگڑ چکا تھا۔ شیراز نے بھی عافیت اسی میں جانی کہ عروسہ کی شاپنگ کا ذکر کسی مناسب وقت پر اٹھا رکھے، رہا معاذ تو اسے گویا اس گفتگو سے کوئی سروکار ہی نہ تھا۔ وہ خاموشی سے سر جھکائے کھانا کھاتا رہا۔

☆☆☆

دلہن بن کر انابیہ پر اتنا روپ چڑھا تھا کہ کوئی نگاہ اس پر ٹک ہی نہ رہی تھی۔ وہ شرمگیں مسکراہٹ چہرے پر سجائے سب کے تعریفی تبصرے سن رہی تھی لیکن اس کا دل اس وقت ڈوب سا گیا جب اس نے تائی جان کی آنکھوں میں اپنے لیے وہ ہی نخوت اور سرد مہری محسوس کی۔

انہوں نے پور پور بجی۔ حسین و جمیل بہو کے لیے کسی قسم کے التفات کا مظاہرہ نہ کیا۔ وہ دولہا کی ماں بن کر آئی تھیں اور اسی کروفر کے ساتھ پنڈال میں بیٹھی تھیں۔ میمونہ کی طرف کی جو بھی رشتہ دار خاتون انہیں کمپنی دینے ذرا دیر کو رافعہ کے پاس بیٹھتی وہ باتوں ہی باتوں میں نخوت بھرے انداز میں یہ باور کروانا نہ بھولتیں کہ یہ رشتہ سراسر ان کی مرحومہ ساس کی خواہش پر طے پایا ہے۔

انابیہ نہ جانتی تھی کہ بیتے کچھ دنوں میں تایا جان اس کے لیے نادان دوست ثابت ہوئے ہیں۔ انہوں نے بیوی کی بھانجی کے ساتھ اپنی بھتیجی کا تقابلی موازنہ کر کے انہیں انابیہ سے مزید برگشتہ کر دیا ہے۔

تائی جان کا نخوت بھرا انداز کسی کی نگاہوں سے بھی مخفی نہ رہ پایا تھا۔ جب رشتہ داروں کی یہ چہ مگوئیاں اویس کے کانوں میں پڑیں تو وہ مضطرب ہو کر معاذ کے پاس آیا۔ شومئی قسمت اس وقت معاذ کے آس پاس دونوں طرف کا کوئی رشتہ دار موجود نہ تھا۔

''آپ کی والدہ کی باتوں سے صاف لگ رہا ہے کہ وہ دل سے اس رشتے پر راضی نہیں لیکن انابیہ کا خیال رکھنا اب آپ کی ذمہ داری ہے۔ انابیہ عام لڑکیوں سے بہت مختلف ہے۔ بہت حساس دل رکھتی ہے یہ۔ دوسری لڑکیاں جن باتوں کو درخور اعتنا ہی نہیں جانتیں یہ ان پر بھی پہروں کڑھ سکتی ہے۔ پلیز اس کا خیال رکھنا یہ ہمارے لیے بہت قیمتی ہے۔''

شدت جذبات سے اویس کی آواز کانپ سی گئی تھی۔ معاذ نے گہری سانس اندر کھینچی انابیہ کے حوالے سے یہ نصیحت چچا جان، چچی جان یا خاندان کا کوئی بڑا بزرگ کرتا تو بات سمجھ میں آتی تھی وہ ان کے خدشات سمجھ کر تشفی آمیز جواب دینے کی ہر ممکن کوشش کرتا لیکن انابیہ کے لیے اس شخص کا یہ استحقاق بھرا لہجہ اسے بری طرح سلگا گیا تھا۔

''انابیہ میری منکوحہ اور میری ذمہ داری ہے۔ میں اپنی ذمہ داریاں بخوبی نبھانا جانتا ہوں۔ آپ کو تردد کرنے کی ضرورت نہیں۔'' معاذ نے بیر توڑ کوشش کر کے اپنے لہجے سے ناگواری نہ جھلکنے دی تھی۔

اویس اس کا کندھا تھپتھپا کر چلا گیا۔

رخصتی سے بھی جذباتی مناظر کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو گیا تھا عیشا نے رو رو کر برا حال کیا ہوا تھا۔ سب اسے سمجھا اور سنبھال رہے تھے۔

اور آخر وہ بھی ان ہی محترم کے قابو آئی تھی اویس اسے بازو کے گھیرے میں لے کر ایک طرف چلا گیا تھا۔

انابیہ صرف ماں باپ کو پریشان نہ کرنے کے لیے اپنے آنسوؤں پر بند باندھے ہوئے تھی لیکن جیسے ہی گاڑی میں بیٹھ کر سفر کا آغاز ہوا وہ پیچھے رہ جانے والوں کو یاد کر کے وقفے وقفے سے آنسو بہاتی رہی۔ یہ سلسلہ سارے سفر میں ہی رہا تھا۔

☆☆☆

''اب میں اتنا برا بھی نہیں یار! جو میرے ساتھ زندگی گزارنے کے تصور سے ہی سارے سفر میں

تمہاری ہچکی بندھی رہی۔“

حجلۂ عروسہ میں معاذ کے لبوں سے سب سے پہلے یہ شکوہ برآمد ہوا۔ انابیہ کو یہ بات سن کر پھر سے رونا آنے لگا اگر وہ اپنی شرم، جھجک اور گھبراہٹ پر قابو پاسکتی تو اسے یہ ضرور جتاتی کہ اگر وہ لڑکی ہوتا تو اسے اپنوں کو چھوڑنے کے غم کا پتا چلتا۔ انابیہ کی خاموشی اور بھیگی پلکوں نے معاذ کو شدید ترین احساس ندامت میں مبتلا کر دیا تھا۔

”تم جانتی ہو انابیہ یہ رشتہ دادی جان کی خواہش پر جڑا تھا۔ بعض سمجھوتے آپ کے مقدر کا حصہ ہوتے ہیں وہ آپ کو چاہتے، نہ چاہتے ہوئے بھی کرنے پڑتے ہیں۔ اب ہم جس بندھن میں بندھ چکے ہیں ہمیں ہر طور اسے نبھانا پڑے گا۔ میں پوری کوشش کروں گا کہ میری ذات سے تمہیں کوئی دکھ، تکلیف نہ پہنچے اور میں امید کرتا ہوں کہ تم بھی اس سمجھوتے کو نبھانے میں اپنی سی کوشش ضرور کرو گی۔“

وہ بہت نرم لہجے میں اس سے مخاطب تھا۔ انابیہ کے سر پر گویا ساتوں آسمان گر پڑے تھے۔ اس نے من چاہی بہو نہ ہونے کی حقیقت تو رشتہ جڑنے کے کچھ دن بعد قبول کر لی تھی لیکن وہ معاذ کے لیے بھی فقط ایک سمجھوتہ بھرا انتخاب تھی یہ جانکسل سچائی کیسے قبول کر لیتی اس کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے۔ معاذ نے جانے ان آنسوؤں سے کیا نتیجہ اخذ کیا۔

”پلیز حوصلہ کرو اور کچھ اچھے کی امید رکھو۔ دلوں میں گنجائش نکالنے والی ذات اللہ کی ہے اور میں تو سمجھتا ہوں کسی رشتے کو نبھانے کے لیے محبت سے زیادہ خلوص اور دیانت داری اہم ہوتی ہے تم میرے خلوص پر کبھی کوئی شبہ نہ کر پاؤ گی جہاں تک تمہارا تعلق ہے تم یہ رشتہ کس انداز میں نبھاتی ہو یہ تم پر منحصر ہے۔“ وہ گہری سنجیدگی سے بولا تھا۔

”میں پوری کوشش کروں گی کہ آپ کو میری طرف سے کسی شکایت کا موقع نہ ملے۔“ اپنے روتے کرلاتے دل کو بمشکل سنبھالتے ہوئے اسے بھی قول دینا پڑا تھا۔

یہ دونوں کی نئی زندگی کی شروعات تھیں۔

☆☆☆

ولیمے کے بعد رواج کے مطابق وہ انابیہ اور اس کے گھر والوں کے ہمراہ گیا تھا۔ چچا جان کی محبت اور شفقت اپنی جگہ، چچی جان اسے داماد سمجھ کر وی آئی پی پروٹوکول دے رہی تھیں اور وہ اتنی خاطر مدارت پر شرمندہ ہوئے جا رہا تھا۔ انابیہ ویسی ہی گم صم سی تھی۔ عیشا جس نے رخصتی پر رونے دھونے کے ریکارڈ توڑے ہوئے تھے اب چونچالی کے موڈ میں تھی۔

”معاذ بھائی آپ کو پتا ہے شادی کے بعد آپ کو کون سی اضافی ڈیوٹی بھگتانی پڑے گی۔“ وہ ہنستے ہوئے معاذ سے مخاطب ہوئی۔ معاذ نے مسکرا کر نفی میں سر ہلا دیا۔

”آپ کو اپنے بیڈ روم میں کسی بھی چھپکلی کی آمد کا راستہ روکنا ہو گا اگر خدانخواستہ کمرے میں کوئی چھپکلی آ گئی اور انابیہ آپی کی اس پر نگاہ پڑ گئی تو آپ وہ چھپکلی بھگانے یا مارنے کے بعد بھی سکون سے نہیں سو پائیں گے کیونکہ آپی ساری رات اٹھ اٹھ کر لائٹ جلا کر کمرے کی ساری دیواروں کا جائزہ لیتی رہیں گی اور اگر ان کے چہرے پر ان کا دوپٹہ یا لحاف کا کنارا بھی آ جائے گا ناں تو یہ چیخ مار کر اٹھ بیٹھیں گی۔“

عیشا کھلکھلاتے ہوئے اس کی معلومات میں اضافہ کر رہی تھی۔

”چلو اطلاع دینے کا شکریہ اب میں اپنے بیڈ روم میں کسی ممکنہ چھپکلی کی آمد سے ہوشیار رہوں گا۔“

وہ ہنسا تھا اور یوں ہنستے ہوئے کتنا اچھا لگتا تھا انابیہ نے ذرا کی ذرا نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا۔ اللہ نے اس شخص کو تو اس کے نصیب کا حصہ بنا دیا تھا کیا ہی اچھا ہوتا وہ اس کی محبت کی بھی حق دار ٹھہرتی۔

اس کا دل کرلایا تھا وہ وہاں سے اٹھ کر باہر چلی گئی۔ ایک پل کو معاذ کے مسکراتے لب بھینچ سے گئے پھر عیشا کی طرف متوجہ ہوئے اس نے زبردستی کی مسکراہٹ چہرے پر سجائی تھی۔

☆☆☆

وہ چچا جان کے ساتھ عیشا کی نماز پڑھنے مسجد گیا تھا۔ وہ نماز سے واپسی پر کسی شناسا سے بات کرنے کھڑے ہو گئے معاذ گھر کی سمت بڑھ گیا۔

گھر کے باہر گاڑی کھڑی دیکھ کر وہ چونک سا گیا۔ چھٹی حس نے کوئی الارم سا بجایا۔ چچی جان عیشا کو ساتھ لگائے پرتکلف ڈنر کی تیاری میں مصروف تھیں۔ معاذ لاؤنج کی سمت بڑھا تو اویس کی جھلک دکھائی دی۔ وہ اپنے ذہن میں آنے والے خیال کی تصدیق پر بدمزا سا ہوا۔ یعنی آنے والا اویس ہی تھا۔ انابیہ اس کے بالکل قریب بیٹھی تھی۔

معاذ نے بغور دیکھا اویس انابیہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر تھپتھپاتے ہوئے جانے کن راز و نیاز میں مشغول تھا۔ اشتعال کی شدید لہر نے معاذ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ وہ آگے بڑھنے کے بجائے پیچھے پلٹا تھا۔ جب ہی عیشا وہاں سے گزری۔

''آپ نماز پڑھ کر آ گئے معاذ بھائی! لیکن بابا کہاں رہ گئے۔ میں تو دستر خوان لگانے والی ہوں۔''

''آتے ہوں گے۔'' اس نے مختصر سا جواب دیا عیشا کی آواز سن کر اویس بھی اٹھ کر اسی طرف آیا تھا اس نے معاذ سے گرم جوشی سے معانقہ کیا۔ ''میں آپ کو اور انابیہ کو انوائیٹ کرنے آیا ہوں۔ کل کا لنچ ہماری طرف کیجیے۔''

''سوری کل صبح صبح تو میں نے واپس نکلنا ہے۔ اگر انابیہ رکنا چاہے تو یہ آپ کے ساتھ لنچ کر لے گی۔'' وہ سپاٹ سے انداز میں بولا۔

اویس اس انداز پر ذرا سا ٹھٹکا تھا۔

''نو پرابلم آپ دونوں کی دعوت ادھار رہی نیکسٹ ٹائم سہی۔'' اس نے مسکرا کر جواب دیا۔

''ٹھیک ہے پھر میں چلتا ہوں۔'' اویس نے دوبارہ معاذ کی طرف مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔

''کہاں چلے اویس بھائی! کھانا بالکل تیار ہے۔'' عشا نے اسے روکنا چاہا ساتھ ہی ''اویس بھائی جا رہے ہیں امی'' کہہ کر ماں کو پکارا تھا۔ میمونہ سے پہلے انابیہ وہاں آئی تھی۔

''اتنی جلدی جا رہے ہیں۔ ہمارے ساتھ کھانا تو کھا لیجیے۔'' انابیہ نے بھی اویس کو روکا۔ معاذ کو اس کی قسمت پر رشک آیا تھا۔

''یہ لڑکا اسی طرح ہوا کے گھوڑے پر سوار رہتا ہے۔ چلو اویس کھانا کھا کر جانا ورنہ لئیق بھی مجھ پر ہی خفا ہوں گے۔''

''خالہ! بہت ضروری کام سے جانا ہے۔ انکل سے میں خود معذرت کر لوں گا۔ او کے انابیہ اپنا خیال رکھنا۔''

وہ اس کا سر تھپک کر چلا گیا تھا۔ معاذ نے ایک نگاہ انابیہ کے چہرے پر ڈالی اویس کے جانے کے بعد جس کے چہرے کی جوت بجھ سی گئی تھی۔ یا ایسا صرف معاذ کو ہی محسوس ہو رہا تھا۔

''معاذ بھائی یہ تو فاؤل ہے آپ نے تو کل شام کو واپس جانا تھا اب اچانک صبح واپسی کا پروگرام کیسے بن گیا۔'' عشاء اب ٹھنکتے ہوئے اس سے پوچھ رہی تھی۔

معاذ کوئی بہانہ گھڑنے لگ گیا تھا۔

☆☆☆

گھر میں دو نئی دلہنیں موجود تھیں لیکن ناز نخرے صرف عروسہ کے اٹھائے جا رہے تھے۔ انابیہ کو عروسہ سے کوئی جلن یا حسد محسوس نہ ہوتا تھا جب اس کے نصیب میں شوہر کی ہی محبت نہ لکھی تھی تو باقی لوگوں کے اہمیت دینے یا نہ دینے سے کیا فرق پڑتا تھا۔

انابیہ نے از خود گھر کے کاموں میں حصہ لینا شروع کر دیا تھا۔ اسے نئی دلہن والا پروٹوکول نہ ملنے پر کوئی مسئلہ نہ تھا۔ عروسہ اور شیراز ہفتے بھر کے لیے ہنی مون منانے شمالی علاقہ جات کی طرف نکل گئے تھے۔

''معاذ بھائی آپ لوگوں نے اپنا ہنی مون پلان نہیں کیا۔'' ناشتے کی میز پر سارہ بھابی سے مخاطب ہوئی۔

''شیراز کا تو اپنا کام ہے چھٹی کا کوئی مسئلہ نہیں معاذ کو آفس سے بار بار چھٹیاں تھوڑی مل سکتی ہیں

CamScanner

اب دو دن تو یہ انابیہ کے میکے میں لگا آیا تھا۔"
معاذ کے کچھ بولنے سے پہلے ہی رافعہ بول پڑی تھیں۔ ساتھ ہی بیٹی کو گھورا بھی۔ انابیہ کے آنے سے اچھا بھلا سکون ہو گیا تھا کچن کے کام اس نے اپنے ذمے لے لیے تھے اور بیٹی محترمہ بھائی بھاوج کو ہنی مون پر جانے کی صلاح دے رہی تھی۔ انہوں نے فرصت ملتے پر بیٹی کے دماغ کے نٹ بیچ کسنے کا سوچ لیا تھا۔

عروسہ اور شیراز ہفتے بھر کا کہہ کر گئے تھے اور گیارھویں دن گھر لوٹے ان کے جانے کے بعد گھر کی فضا پر جمود سا طاری تھا آتے ہی گھر میں ہلچل سی مچ گئی۔ وہ شام ڈھلے لوٹے تھے انابیہ نے تائی جان کی ہدایت پر خاصا پرتکلف کھانا بنایا تھا سب نے سیر ہو کر کھانا کھایا۔ اب چائے کا دور چل رہا تھا جب سارہ تحفوں والے بیگ کھولنے بیٹھ گئی۔

"سارہ! یہ والا بیگ رہنے دو اس میں میرے گھر والوں کے گفٹ ہیں۔ آپ لوگوں کے گفٹس کا بیگ یہ رہا۔" عروسہ نے دوسرے بیگ کی طرف اشارہ کیا۔

"ٹھیک ہے بھابھی جان گفٹ تو ہم اپنے والے ہی لیں گے لیکن شاپنگ تو ساری دیکھیں گے ناں۔" سارہ بے تکلفی سے بولی۔

عروسہ نے شوہر کو برہم ہو کر گھورا۔ کتنا سست تھا شیراز سامان اٹھا کر کمرے میں رکھنے کی زحمت تک نہ کی۔ سارہ بیگ کھول کر سامان باہر نکال رہی تھی۔ رافعہ بھی دلچسپی سے چیزیں اٹھا، اٹھا کر دیکھ رہی تھیں دونوں بیگز کے تقابلی موازنے کے بعد سارہ کا موڈ شدید ترین آف ہو گیا تھا۔

"آپ نے حرا اور لائبہ کے لیے اتنی ڈھیر ساری چیزیں لی ہیں اور سب ایک سے بڑھ کر ایک اور میرے لیے یہ سب اسٹینڈرڈ مال اٹھا لائے۔"

سارہ دل کی بات دل میں رکھنے والوں میں سے تو تھی ہی نہیں اور اس وقت تو اس کا غصہ بجا تھا۔ عروسہ نے اپنی دونوں چھوٹی بہنوں کی شاپنگ پر دل کھول کر پیسہ خرچ کیا تھا۔ سارہ کے لیے بھی ویسے تو کافی چیزیں تھیں لیکن بہنوں اور نند کے لیے خریدے گئے سامان کے معیار میں حقیقتاً زمین آسمان کا فرق تھا۔ رافعہ بھی یہ سب دیکھ کر خاموش سی ہو گئی تھیں۔

"ناراض ہونے کی کیا بات ہے سارا۔ تمہیں یہ والی چیزیں پسند آ رہی ہیں تو تم یہ ہی رکھ لو۔ ویسے میں نے تو تمہارے لیے بھی بہت دل سے شاپنگ کی تھی۔ حیرت ہے تمہیں کچھ پسند نہیں آیا۔"

عروسہ دل کی کھولن دل میں چھپاتی بظاہر بڑے میٹھے لہجے میں نند سے مخاطب ہوئی۔

"آپ کی دل سے کی جانے والی شاپنگ بھی دیکھ لی عروسہ بھابھی اور آپ کا دل بھی۔ شکوہ مجھے آپ سے نہیں شیراز بھائی سے ہے، کیا ان کی آنکھوں پر بھی پٹی بندھی ہوتی تھی جو ماں بہن اور سسرال والوں کے لیے خریدے جانے والے سامان کا فرق ہی نہ دیکھ پائے اور یہ سامان بھی رکھیے اپنے پاس الحمدللہ میرے پاس کسی چیز کی کمی نہیں۔" وہ بدلحاظی سے بولی۔

"امی! سمجھائیں آپ سارہ کو بدتمیزی کے ریکارڈ توڑ رہی ہے یہ ابھی تو عروسہ کو اس گھر میں آئے جمعہ جمعہ آٹھ دن نہیں ہوئے اور یہ ابھی سے نند بن کر دکھا رہی ہے۔" شیراز نے سخت برہم ہو کر ماں کو مخاطب کیا۔

"سارہ! جاؤ تم یہاں سے۔" رافعہ نے اسے ڈپٹ کر وہاں سے بھیجا وہ پاؤں پٹختی ہوئی گئی تھی۔

"سارہ کا شکوہ اتنا غلط بھی نہیں شیراز۔ اس کا انداز غلط ضرور تھا اور میں اسے سمجھاؤں گی بھی لیکن سچی بات ہے تم دونوں نے بھی مجھے بہت مایوس کیا۔" رافعہ دکھ بھرے لہجے میں بولی تھیں۔

"خالہ! اگر میں نے اپنی ماں بہن کے لیے کچھ خریدا ہے ناں تو اپنی منہ دکھائی کے پیسوں سے خریدا ہے۔ آپ کے بیٹے نے تو شادی کر کے جیب ہی جھاڑ لی ہے۔ شیراز کا ایک پیسہ خرچ نہیں ہوا ہے اس شاپنگ پر اور آپ سارہ کو سمجھائیں آئندہ مجھ سے

اس لہجے میں بات نہ کرے ورنہ مجھے بھی بدلحاظ ہوتے دیر نہیں لگے گی۔"

عروسہ بھی تن فن کرتی اٹھ کر چلی گئی تھی۔ معاذ جواب تک خاموش تماشائی تھا اب بھی خاموشی برقرار رکھتے ہوئے اپنا چائے کا کپ اٹھا کر کمرے میں چلا گیا۔ انابیہ بیڈ پر بیٹھی ایک ہاتھ سے دوسرا شانہ دبا رہی تھی معاذ کو دیکھ کر ایک دم سیدھی ہو بیٹھی۔

"تھک گئی ہو۔" اس نے پوچھا۔

"نہیں تو۔" وہ گھبرا کر انکار میں گردن ہلا گئی۔

"خود پر اضافی ذمہ داریاں مت ڈالو۔ کسی کام کا انکار کرنا بھی سیکھو اور اگر انکار کی ہمت نہیں ہے تو مجھے فون تو کر سکتی تھیں نا۔ میں آفس سے ذرا جلد اٹھ آتا تمہاری ہیلپ ہی کروا دیتا۔ امی نے بھی آج ٹھیک ٹھاک دعوت کا اہتمام کر ڈالا۔ آئندہ اگر میں نے تمہیں کچن میں اتنا کھپتے دیکھا تو میں خود امی کے آگے بول پڑوں گا۔"

"اور پھر تائی جان خوامخواہ مجھ سے خفا ہو جائیں گی۔ آپ بھی ایسی کوئی حرکت مت کیجیے گا آپ کی یہ ہمدردی الٹا مجھے ہی مہنگی پڑے گی۔" وہ معاذ کی بات سن کر گھبرا کر بولی تھی۔

"تو کیا کروں تمہارے ساتھ کی جانے والی زیادتیاں بھی تو برداشت نہیں ہوتیں مجھ سے۔" وہ بے چارگی سے بولا۔ اس کی یہ ہمدردی انابیہ کے دل کے زخموں کو مزید ادھیڑ گئی۔

کاش معاذ میں آپ کی ہمدردی کے بجائے آپ کی محبت کی مستحق ٹھہرتی۔ اس نے دکھے دل کے ساتھ سوچا تھا۔

☆☆☆

سارہ اور عروسہ دونوں یکساں مزاج کی مالک تھیں۔ دونوں کے دل میں ایک دوسرے کے لیے بال آ چکا تھا اور اب دونوں کی چھوٹی موٹی جھڑپیں معمول کا حصہ بن چکی تھیں۔

رافعہ شوہر سے نگاہیں چراتی تھیں جنہوں نے ان کی بھابھی کے مزاج کے متعلق شادی سے پہلے ہی پیش گوئی کر دی تھی۔ اب حقیق کو عروسہ اور انابیہ کا تقابلی موازنہ کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی کیونکہ اب یہ کام دل ہی دل میں رافعہ خود انجام دیتی رہتی تھیں۔

ایک اناببہ تھی کم گو، خدمت گزار، سگھڑ اور سلیقہ مند۔ اس کی صبح کا آغاز فجر کی نماز کے وقت ہوتا تھا۔ نماز پڑھ کر پہلا کام وہ تایا، تائی کی چائے بنانے کا کرتی تھی۔ اپنے بستر پر بیٹھ کر گرم چائے کا کپ پینے کے بعد رافعہ کے لبوں سے بھی جیتی رہو بیٹا نکلنے لگ گیا تھا۔

موداں اور بدلحاظ سارہ کو بھی اناببہ سے کوئی مسئلہ نہ تھا بلکہ اناببہ کی صورت اسے ایک اچھا سامع مل گیا تھا وہ اپنی پڑھائی کے مسئلے یونیورسٹی کے قصے، دوستوں کے چٹکلے اناببہ کو سناتی رہتی۔ اناببہ کا بھی آہستہ آہستہ اس گھر میں دل لگنے لگا تھا۔

عروسہ کی اپنی الگ روٹین تھی۔ دونوں میاں بیوی دن چڑھے تک سوتے رہتے۔ پھر شیراز اٹھ کر اپنے کام پر چلا جاتا عروسہ نے کبھی شوہر کے لیے ناشتہ بنانے کی زحمت نہ کی تھی، معاذ نے اناببہ کو سخت ہدایت کی تھی کہ وہ زبردستی کی ذمہ داریوں کا طوق اپنے گلے میں مت ڈالے۔

شیراز کے کاموں کی ذمہ داری عروسہ پر عائد ہوتی تھی معاذ نے اسے شیراز یا عروسہ کے بلاوجہ کے کام کرنے سے منع کر رکھا تھا پھر بھی وہ شیراز سے ناشتے کا پوچھ بیٹھتی تھی۔

"کچھ کام اپنی جیٹھانی کو بھی سکھا دو یار۔ اسے تو سونے اور میک اپ کرنے کے علاوہ کوئی تیسرا کام نہیں آتا۔"

شیراز بھی اب بیوی کی روٹین سے کچھ عاجز آنے لگا تھا۔ شام کو عروسہ فون کر کے شیراز کو زبردستی گھر بلواتی پھر یا تو میکے کا چکر لگتا یا باہر گھومنے پھرنے کا پروگرام بنتا۔

"میری مانیں تو بیگم صاحبہ اپنی بڑی بہو کو اوپر والا پورشن سیٹ کروا دیں۔ انہوں نے تو ہمارے گھر کو

سرائے سمجھ رکھا ہے وہ دوسری بھی کسی کی بیٹی ہے چلو ہماری خدمت تو فرض سمجھ کر کرتی ہے مگر شیراز اور عروسہ کی خدمت کیوں کرے کچن کا سارا کام انابیہ کے سپرد ہے۔ آپ کی بھانجی تو فقط رات بسر کرنے گھر آتی ہے۔"

آج عتیق احمد کو بڑے بیٹے اور بہو پر خوب تاؤ چڑھ رہا تھا۔ گھر کے خرچے کے لیے پچھلے دو مہینے سے شیراز نے ایک دھیلا تک نہ دیا تھا ساری کمائی بیوی کے چاؤ چونچلے پورے کرنے میں لگا رہا تھا۔

"اور کیا امی! مجھے تو آپ دن میں دو گھنٹے سے زیادہ اے سی چلانے نہیں دیتیں۔ بھائی کے روم کا اے سی دن رات چلتا ہے۔ اس بار بل آئے گا تو آپ کو لگ پتا جائے گا۔"

سارہ نے بھی گفتگو میں حصہ لیا۔ وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ پیچھے عروسہ آ کر کھڑی ہو گئی ہے پھر تو عروسہ نے جو ہنگامہ مچایا تو کسی کو بھی نہ بخشا۔ رافعہ حیرانی سے بھانجی کی زبان کے جوہر دیکھ رہی تھیں۔

"خالہ یہ جو آپ کی بیٹی دن رات میرے خلاف آپ کو بھڑکاتی ہے آپ کا کیا خیال ہے یہ خود شادی کے بعد ایک مثالی بہو ثابت ہو گی۔ اس کی جیسی پھاپھے کٹنیوں والی فطرت ہے ناں یہ دو مہینے بھی سسرال میں بس جائے میرا نام بدل دیجیے گا۔"

"اپنی زبان کو لگام دو عروسہ! تم حد سے بڑھ رہی ہو۔" رافعہ بھی برداشت نہ کر پائیں۔

"خالہ آپ الٹا سارہ کو شہ دیتی ہیں۔ کل میں نے آپ لوگوں کی باتیں سنیں تو یہ میرے دیر تک سونے پر باتیں بنا رہی تھی کبھی اس کو میرے میکے جانے پر مسئلہ ہوتا ہے اور کبھی یہ مجھے پھوہڑپن کے طعنے دے رہی ہوتی ہے۔ میں پوچھتی ہوں اس میں خود کون سا گن ہے۔ ایک ڈھنگ کی چائے تک تو بنانی آتی نہیں اسے۔ اگلے گھر جا کر آپ کا نام خوب روشن کرے گی۔" عروسہ استہزائیہ انداز میں مخاطب تھی۔

"امی آپ انہیں چپ کروالیں ورنہ میں ان کا منہ توڑ دوں گی۔" سارہ بھی چیخ کر بولی۔

"میرا منہ توڑنے سے پہلے میں تمہارے ہاتھ نہ توڑ دوں گی اور میں مزے کی بات بتاؤں ماموں اور شاہانہ ممانی اسامہ کے لیے ان محترمہ کو سوچ بیٹھے تھے، وہ تو امی نے اور میں نے ان کے پول کھولے تو دونوں نے کانوں کو ہاتھ لگا لیے خاندان میں سے تو کوئی اس کا رشتہ لانے کی حماقت کرے گا نہیں یہ میری گارنٹی ہے۔"

غصے اور طیش میں عروسہ نے نہ بتائی جانے والی باتیں بھی کر ڈالی تھیں اور اب کافی دیر سے خاموش کھڑے عتیق احمد کے صبر کا پیمانہ بھی لبریز ہو گیا۔

"میری بیٹی کی شادی تمہارا مسئلہ نہیں ہے بہو بیگم! تم فقط ایک کام کرو۔ اپنے میاں کو فون کر کے اپنا سامان سمیٹنا شروع کرو۔ پہلے تو میں تم لوگوں کے لیے اوپر والا پورشن سیٹ کروانے کا سوچ رہا تھا لیکن شکر ہے یہ حماقت سرزد نہیں ہوئی۔ میرے گھر میں تم جیسی زبان دراز بہو اور شیراز جیسے زن مرید بیٹے کے لیے کوئی گنجائش نہیں۔ جلد از جلد اپنے لیے کوئی ٹھکانہ ڈھونڈ لو۔"

وہ اپنے اشتعال کو کنٹرول کرتے بے لچک انداز میں مخاطب ہوئے۔

"معاف کیجیے گا خالو جان ہمیں بھی اس جنجال پورہ میں رہنے کا شوق نہیں، امی پہلے ہی ہمارے لیے اپنا کرائے پر چڑھا مکان کرائے داروں سے خالی کروا چکی ہیں یہ تو بس شیراز یہاں سے جانے میں آنا کانی کر رہے تھے۔ اب میں آپ کا فرمان سنا دوں گی انہیں ان کا یہاں رہنے کا جواز خود بخود ہی ختم کر دیا آپ نے، بہت شکریہ آپ کا۔"

وہ زہرخند مسکراہٹ لبوں پر سجائے وہاں سے پلٹ گئی تھی رافعہ بے یقین نگاہوں سے بھانجی کو جاتا دیکھ رہی تھیں۔

"تو یہ تھا آپ کا انتخاب رافعہ بیگم! میں جانتا تو تھا کہ آپ پر اپنی بھانجی کے جوہر کھل کر رہیں گے لیکن یہ سب اتنی جلد ہو جائے گا یہ میں نے بھی نہ سوچا

تھا۔"

عتیق احمد سرد سپاٹ انداز میں کہتے چلے گئے۔
سارہ بھی ماں کو ہی الزام دیتی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ رافعہ سر ہاتھوں میں پکڑ کر بیٹھی کی بیٹھی رہ گئیں۔

☆☆☆

دو دن کے اندر اندر عروسہ اور شیراز چلے گئے تھے عروسہ نے جانے شیراز کو کیا پٹیاں پڑھائی تھیں کہ اس نے ماں باپ سے معذرت کرنے یا ان کی ناراضگی ختم کرنے کی کوشش تک نہ کی تھی۔ وہ بیوی کو مظلوم اور گھر والوں کو قصور وار گردان رہا تھا۔ رافعہ بیٹے کی بے اعتنائی پر ششدر تھیں۔ عتیق احمد نے انہیں سختی سے منع کر دیا تھا کہ وہ عروسہ اور شیراز کو روکنے کی کوشش بھی نہ کریں۔ اس بار رافعہ نے خاموشی سے شوہر کی بات مان لی تھی۔

"میں نے تو ایک دن بھی عروسہ کو بہو نہیں سمجھا ہمیشہ بھانجی سمجھ کر ہی اس کے لاڈ اٹھائے ناں ہی اس کے سر پر کوئی گھریلو ذمہ داری ڈالی۔ اس کی محبت میں میں نے اتابیہ سے زیادتی کی اس کے بھی تو دلہناپے کے دن تھے اور وہ چولہا چوکی میں لگی رہتی تھی۔ سمجھ میں نہیں آتا عروسہ نے ایسا کیوں کیا۔ وہ سارہ کی چند کڑوی باتوں کو بھی نہ جھیل پائی۔"

وہ دل کا بوجھ شوہر کے سامنے ہلکا نہ کرتیں تو کیا کرتیں ان کے آنسو گال بھگو رہے تھے۔ عتیق احمد کو بیوی پر ترس آیا۔

"آپ برا نہ مانیں رافعہ بیگم۔ آپ کے علاوہ آپ کی دونوں بہنیں عروسہ کی طرح ہی شادی کے چند ماہ بعد ہی سسرال والوں سے لڑ جھگڑ کر الگ ہو گئی تھیں یہاں اماں جان نے ایسی نوبت نہ آنے دی۔ انہوں نے ہمیشہ آپ کو بھانجی سمجھ کر محبت اور شفقت لٹائی۔ بچے سنبھالنے سے لے کر گھریلو ذمہ داریاں اٹھانے تک اماں نے ہر موڑ پر آپ کا بھرپور ساتھ دیا۔ خوش قسمتی سے آپ کی کوئی نند نہیں تھی ورنہ ہو سکتا ہے اماں اتنی مثالی ساس نہ بن پاتیں اور آپ بھی اپنی بہنوں کے نقش قدم پر چل نکلتیں۔" عتیق احمد نے صورت حال کا بے لاگ تجزیہ کیا۔ رافعہ خاموش رہی تھیں۔

"میمونہ کو اس گھر میں جائز مقام نہ ملا۔ اس میں اماں کے ساتھ آپ کا بھی قصور تھا اور شاید کسی حد تک میرا بھی۔ اپنے بیٹے سے اماں کی ناراضی کی وجہ غلط تھی یا نہیں لیکن ہم دونوں نے اس معاملے میں خود غرضی دکھائی۔ بجائے اس کے کہ اماں کا دل لئیق کی طرف سے صاف کرتے الٹا لئیق اور میمونہ کے خلاف اماں کے کانوں میں باتیں ڈالتے رہے۔ مجھے اپنے کاروبار میں لئیق کی شراکت گوارا نہ تھی اور آپ اپنی راجدھانی میں اپنے سوا کسی کی برتری تسلیم نہ کر سکتی تھیں، حالانکہ کاروبار مجھے ابا کی طرف سے ملا تھا اور اس گھر میں بھی لئیق اور اس کے بچوں کا پورا حق تھا لیکن وہ ہمارے رویوں سے دل برداشتہ ہو کر سدا دوسرے شہر میں کرائے کے مکان میں پڑا رہا اس نے اپنی بیوی بچوں کی عزت اور اہمیت پر کوئی سمجھوتہ نہیں کیا اور شاید اس کا فیصلہ درست تھا۔ گھریلو سیاست سے دور اس کے بچے مثالی ماحول میں پروان چڑھے اور اماں جان کو دعائیں دیں انہوں نے اپنے آخری وقت میں بھی اس گھر کا اور آپ کا فائدہ ہی سوچا۔ آپ کو اتابیہ جیسی بہترین بہو دے دی ذرا تصور کریں دوسری بہو بھی آپ کی بھانجی جیسی آ جاتی تو کیا بنتا ہمارا۔"

عتیق احمد نے افسردہ سی مسکراہٹ کے ساتھ پوچھا۔ رافعہ نے آنکھیں پونچھتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اماں صحیح کہتی تھیں ان کے درست فیصلے پر آج ان کے دل سے اماں کے لیے ڈھیروں دعائیں نکل رہی تھیں۔

☆☆☆

سارہ کی تربیت میں جو کمی، کوتاہی رہ گئی تھی رافعہ آج کل اس کو دور کرنے کی کوشش کر رہی تھیں عادتوں کا پختہ ہونے کے بعد بدلنا بہت مشکل کام تھا لیکن رافعہ نے ٹھان لی تھی کہ وہ بیٹی کی عادتوں میں

تھوڑا بہت سدھار ضرور لے کر آئیں گی۔

''پلیز امی! مجھے ہر بات میں انابیہ کی مثال نہ دیں میں اس جیسی اللہ میاں کی گائے نہیں۔'' سارہ ان کی باتیں سن کر ان کو اکتا کر ٹوک بیٹھتی۔

''تم انابیہ جیسی بن بھی نہیں سکتیں میری بچی لیکن کوشش کرکے اپنے مزاج میں تھوڑی بہت تبدیلی تو لا سکتی ہو۔ گھرداری میں دلچسپی لو۔ اپنی ذات کے سوا خود سے وابستہ رشتوں کو تھوڑی بہت اہمیت دو۔ اپنی زبان پر تھوڑا سا کنٹرول سیکھو۔ کم از کم اتنا تو کر سکتی ہو کہ عروسہ نے تمہارے بارے میں خاندان بھر میں جو تاثر پھیلایا ہے وہ کم ہو جائے۔'' رافعہ بہت دل سوزی سے بیٹی کو سمجھا رہی تھیں۔

''میں اگر خود کو بدلنے کی کوشش کروں گی ناں امی تو اس کی وجہ عروسہ بھابھی نہیں۔ نہ ہی مجھے ان کی باتوں کی پروا ہے میں اپنی شخصیت اور عادتوں کا غیر جانب داری سے تجزیہ کروں گی اور اگر مجھے لگا کہ میری کچھ عادتیں اصلاح طلب ہیں تو میں فقط اپنی خاطر خود کو بدلوں گی۔''

سارہ نے ناراض سے انداز میں ماں کو باور کروایا۔ رافعہ نے فی الحال یہ ہی غنیمت جانا تھا۔ بعد میں انہوں نے انابیہ سے بھی اس بارے میں مدد چاہی۔

''سارہ تمہاری ہم عمر ہے آج کل اس کی تم سے خوب دوستی بھی ہو گئی ہے۔ باتوں باتوں میں تم بھی اسے سمجھانے کی کوشش کرو۔ صرف تعلیم کے میدان میں جھنڈے گاڑنے یا میڈلوں کے ڈھیر لگانے سے بات نہیں بنتی۔ لڑکیوں کی فطرت میں تھوڑی لچک ہونی چاہیے۔ انہیں اپنی منوانے کے بجائے سب کو اپنا بنانے کا ہنر آنا چاہیے۔ جو ہنر میمونہ نے تمہیں دیا ہے میں چاہتی ہوں وہ تھوڑا سا سارہ میں بھی منتقل ہو جائے۔''

تائی جان اس سے مخاطب تھیں۔ انابیہ کی پلکیں بھیگ گئیں۔ شادی سے پہلے اسے یہ سوچ سوچ کر ہول اٹھتے تھے کہ وہ ان کا مزاج کیسے جھیل پائے گی

لیکن اپنی ناعاقبت اندیش جٹھانی کے طفیل وہ دونوں ساس کے دل پر راج کرنے لگی تھی۔ رافعہ کے دل سے اٹھتے بیٹھتے اس کے لیے دعائیں نکلتی تھیں۔ وہ اب باقاعدگی سے میمونہ کو فون کرکے ان کا حال احوال بھی دریافت کرتی تھیں۔

سسرال کی اجنبی سرزمین پر تو انابیہ کے قدم مضبوطی سے جم گئے تھے جانے معاذ کے دل تک اس کی کب رسائی ہونی تھی، یہ ہی سوچ اسے ہر وقت مضطرب کیے رکھتی۔ اس نے معاذ کی خدمت گزاری میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی معاذ الٹا ان خدمت گزاریوں پر خفا ہونے لگتا۔ وہ تو انابیہ کے بار بار منع کرنے کے باوجود خود اس کے کاموں میں اس کا ہاتھ بٹانے کھڑا ہو جاتا۔

''شوہر کا خیال رکھنا فقط بیوی کی ذمہ داری نہیں۔ بیوی کے آرام اور راحت کا خیال رکھنا شوہر کا بھی فرض ہے سو پلیز تم میرے کام کرنے پر میری ٹینشن نہ لیا کرو۔'' وہ اسے نرمی سے سمجھاتا۔ کاش معاذ آپ میرا بالکل خیال نہ رکھتے لیکن مجھ سے تھوڑی بہت محبت کر پاتے۔ میرا ساتھ آپ کے لیے فقط ایک سمجھوتہ ہے یہ سوچ ہر لمحے مجھے اذیت میں مبتلا رکھتی ہے۔

انابیہ دل ہی دل میں اس سے شکوہ کرتی۔ جانے اس میں اتنی ہمت کب آنی تھی کہ وہ یہ شکوہ زبان پر لا سکتی۔ وہ خود کو ہشاش بشاش رکھنے کی لاکھ کوشش کرتی لیکن اس کے وجود سے لپٹی پژمردگی چھپائے نہ چھپتی اسے کیا خبر تھی کہ معاذ اس بھید بھری اداسی سے کیا کیا نتیجے اخذ کرتا رہتا ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ دونوں کے بیچ فاصلے گھٹنے کے بجائے بڑھتے جا رہے تھے۔

☆☆☆

معاذ کمرے میں آیا تو وہ کمرے کے ایک کونے میں کھڑی خوف زدہ نگاہوں سے دیوار کی سمت دیکھ رہی تھی۔ معاذ نے اس کی نگاہوں کا تعاقب کیا۔

''اوہ، ناٹ اگین یار۔'' وہ بے بسی سے سر کے

لوں میں ہاتھ پھیر کر رہ گیا۔ جانے چھپکلیوں کو اس کا کمرہ اتنا کیوں بھا گیا تھا کہ وہ مٹر گشت کرتیں اس طرف آنکلتیں چھپکلی دو راتوں سے چھپکلی بھگاؤ مہم جاری تھی اور آج کمرے میں دراندازی کرنے والی یہ مسلسل تیسری چھپکلی تھی۔

''انابیہ ہمت کرو یار بے ضرری مخلوق ہے بلاوجہ کسی کو کچھ نہیں کہتی۔'' معاذ نے اسے سمجھانا چاہا۔

''آپ کو کچھ نہیں کہتی ہوگی مجھے تو کہتی ہے۔''

وہ چھپکلی پر نگاہیں جمائے ذرا نروٹھے پن سے بولی۔ معاذ جانے کیوں اس مہم سے جان چھڑوا کر آج کل اسے ہی کمپرومائز کے مشورے دینے لگا تھا۔

''اچھا تمہیں کچھ کہتی ہے تو پھر تمہاری کچھ سنتی بھی تو ہوگی۔ اس باہمی ہم آہنگی سے فائدہ اٹھا کر اس سے کمرہ چھوڑنے کی درخواست کرلو۔ وہ صاف صاف اس کا مذاق اڑا رہا تھا۔

''آپ نے نہیں بھگائی تو بتا دیں میں سارہ کے پاس جا کر سوجاتی ہوں۔''

وہ خفا ہو کر کمرے سے باہر جانے لگی۔ اس اپنائیت بھری خفگی کے مظاہرے پر معاذ چھپکلی تو کیا ڈائنوسار تک مارنے کی کوشش کرسکتا تھا سوچتے ہوئے اس کا ہاتھ پکڑ کر روکا۔

اس کی ہنسی ویسے ہی انابیہ کے دل میں ہلچل سی مچادیتی تھی۔ ماحول میں فسوں خیز سی خاموشی چھا گئی تھی تب ہی موبائل کی بیل بجنے لگی۔ سائیڈ ٹیبل پر انابیہ کا موبائل دھرا تھا اور اسکرین پر اویس کا نام جگمگا رہا تھا۔

''تمہارا فون ہے اٹینڈ کرلو۔'' اس نے دھیرے سے انابیہ کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ انابیہ نے کال اٹینڈ کی تھی۔

''اویس بھائی میں فارغ ہو کر آپ سے تسلی سے بات کروں گی۔'' اس نے مختصر سی سلام دعا کے بعد کال کاٹ دی تھی۔ معاذ کے اعصاب جھنجھنا گئے۔ جب بھی اس کے اور انابیہ کے بیچ کچھ ٹھیک ہونے لگتا اویس درمیان میں ٹپک پڑتا تھا۔

ایک خالہ زاد کی اس کی زندگی میں اتنی مداخلت بے وجہ نہیں ہوسکتی تھی۔ معاذ جانتا تھا کہ انابیہ کے اور بھی خالہ، ماموں تھے جن کے دو چار بیٹے کم و بیش اویس کے ہی ہم عمر تھے پھر کیوں انابیہ کی زندگی میں اویس کو ہی مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ دونوں مستقل ٹیلی فونک رابطے میں تھے اور انابیہ نے بھی معاذ سے یہ رابطہ چھپانے کی کوشش نہ کی ہاں وہ معاذ کے سامنے اویس سے بات کرنے سے احتراز برتتی تھی۔

معاذ نے سوچ لیا تھا کہ اب اس قصے کو منطقی انجام تک پہنچا کر دم دے گا۔ اگر انابیہ اس کے ساتھ زندگی گزارنے پر اب تک خود کو آمادہ نہ کر پائی ہے تو اس رشتے کو آگے گھسیٹنا بے وقوفی تھی۔ دل پر پتھر رکھ کر اسے انابیہ کو فیصلے کی آزادی دینی ہوگی۔ دونوں میں سے کوئی ایک تو من کی مراد پالے۔

معاذ انابیہ کو حاصل کرنے کے باوجود اس کا دل نہ جیت پایا تھا۔ انابیہ کے دل کی خوشی کی خاطر وہ اپنے والدین سمیت چچا جان وغیرہ سے بھی بات کرنے پر تیار ہوگیا۔

آفس کی طرف سے ایک ورکشاپ اٹینڈ کرنے اسے اسلام آباد بھیجا جا رہا تھا۔ اور اس نے تہیہ کرلیا کہ واپسی پر وہ انابیہ سے دوٹوک بات کر کے رہے گا۔

☆☆☆

''تم جا رہے ہو تو انابیہ کو بھی اس کے میکے چھوڑتے آؤ۔ کتنے دنوں سے اس نے میکے کا چکر نہیں لگایا۔'' رافعہ بیٹے سے مخاطب تھیں۔ انابیہ نے بھی آس بھری نگاہوں سے شوہر کو دیکھا۔ گھر والوں سے ملے واقعی بہت دن ہوگئے تھے۔ شادی کے بعد وہ دو بار میکے گئی تھی۔ معاذ دفتری مصروفیت کا بہانہ بنا کر اس کے ساتھ نہ جاتا تھا۔ چچا جان خود آ کر بیٹی کو لے جاتے اسے واپس لانے کی ذمہ داری وہ اپنے باپ کے کندھوں پر ڈال دیتا۔ عتیق بیٹے کی اس روش پر اس سے خوب خفگی برتتے اب تو رافعہ بھی کھلم کھلا بہو کی سائیڈ لیتیں۔ دونوں کو یہ ہی لگتا کہ معاذ انابیہ کے

معاملے میں اپنی ذمہ داریاں پوری طرح نہیں نبھا رہا ہے اب بھی رافعہ مصر تھیں کہ وہ اسے خود میکے چھوڑ کر آئے۔

"ایک ہفتے اور انتظار کر لیں امی واپس آ کر اسے خود چھوڑنے جاؤں گا۔" معاذ نے دل میں اٹھتی ٹیسوں کو دبا کر رسان بھرے لہجے میں ماں کو جواب دیا۔

اسلام آباد پہنچے اسے دوسرا دن تھا جب رافعہ نے اسے فون کر کے بتایا کہ انہوں نے اویس کے ساتھ انابیہ کو اس کے گھر بھیج دیا ہے۔ معاذ نے اپنے اشتعال کو بہت مشکل سے کنٹرول کیا۔

"اویس اپنے دفتر کے کام سے یہاں آیا تھا انابیہ سے ملنے آیا تو میں نے سوچا کہ اسی کے ساتھ انابیہ کو گھر بھیج دوں تمہارے جانے کے بعد وہ بے چاری ویسے بھی اداس ہو رہی تھی۔ چار پانچ دن ماں باپ کے ساتھ رہ لے گی۔ تم واپسی پر اسے ساتھ لیتے آنا۔"

انہوں نے اپنی دانست میں بہترین پروگرام ترتیب دے دیا تھا۔

"وہ جانے سے پہلے مجھے ایک فون کال تک نہ کر سکی اور آپ بھی مجھے اب بتا رہی ہیں۔" اس نے ماں پر ہی غصہ نکالا۔

"اس بے چاری کا فون خراب ہو گیا ہے۔ کان سے فون لگائے کمرے کی ڈسٹنگ کر رہی تھی ڈریسنگ ٹیبل پر چھپکلی گر پڑی اور فون اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ میرے فون میں دو دن سے بیلنس نہیں تھا۔ آج تمہارے ابو سے بیلنس کروا کر چیک کروایا ہے اور پھر وہ تمہاری اجازت کی پابند تو نہیں ہم گھر کے بڑے ہیں اور ابھی زندہ ہیں وہ ہماری اجازت سے بلکہ ہمارے کہنے پر گئی ہے تم بلاوجہ کیوں اکڑ رہے ہو۔"

رافعہ بیٹے کی خفگی کو کسی خاطر میں نہ لائیں۔ معاذ لب بھینچ کر رہ گیا تھا۔

دو دن مزید گزرے تو انابیہ نے اسے فون کیا تھا۔ وہ بھی اپنے فون خراب ہونے کی وضاحت دے رہی تھی۔

"یہاں گھر میں سب کے فون تو خراب نہیں تھے ناں۔ اب بھی تم عیشا کے فون سے بات کر رہی ہو۔ تین چار دن پہلے بھی کر سکتی تھیں۔" معاذ نہ چاہتے ہوئے بھی شکوہ کر بیٹھا۔

"امی، بابا اور عیشا کا نمبر تو آپ کے پاس بھی ہے۔" لمحہ بھر سے پہلے جواب شکوہ موصول ہوا تھا۔ معاذ کے بگڑے موڈ پر جیسے ٹھنڈی پھوار سی برسی تھی، وہ بھول گیا تھا کہ وہ آج کل صبح شام دل میں کیا ارادے باندھ رہا ہے۔

"چلو میری طرف سے معذرت مجھے واقعی تمہیں فون کر لینا چاہیے تھا۔"

"نہیں میں اب یہ نہیں کہہ رہی۔" وہ اس کی فوری معذرت پر گڑبڑا سی گئی۔

"تو بتا دیجیے مسز! آپ کیا کہہ رہی ہیں آج کیسے میری یاد ستا گئی۔" معاذ مسکرایا تھا۔

"ایک بات کہوں ناراض تو نہیں ہوں گے۔" وہ اب ذرا جھجکتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

"تم سے ناراض ہی تو نہیں ہو سکتا۔ میری سب سے بڑی مجبوری ہی یہ ہے۔" اس نے ٹھنڈی سانس بھر کر سوچا تھا۔

"کہو کیا بات ہے۔" دوستانہ انداز میں پوچھا۔

"تائی جان نے کہا تھا کہ آپ واپسی پر مجھے لینے آئیں گے میں آپ سے صرف ایک ہفتہ مزید رہنے کی اجازت لینا چاہ رہی تھی۔ دراصل اویس بھائی۔" وہ جانے آگے کیا کہتی لیکن معاذ کی برداشت بالکل جواب دے گئی۔

"اوکے انابیہ! مجھے ایک ضروری کام سے باہر جانا ہے تم فکر مت کرو میں واپسی پر تمہیں لینے نہیں آؤں گا۔ جتنا مرضی رہنا چاہتی ہو سکون سے رہو۔" وہ برفیلے لہجے میں کہتا کال کاٹ گیا تھا۔

☆☆☆

"وہ شاید خفا ہو گئے ہیں امی! مجھے مزید رکنے کا

پوچھنا ہی نہیں چاہیے تھا۔"
انابیہ لب کچلتی ہوئی ماں کے پاس آئی۔ وہ کسی کے بھی ذرا سا تیکھے تیور برداشت نہ کر پاتی تھی اور پھر یہ تو معاملہ معاذ کی ناراضی کا تھا اس نے جس طرح یک لخت اس کی کال کاٹی انابیہ کو اندازہ ہو گیا کہ وہ میکے میں اس کے مزید قیام کا سن کر ناراض ہوا ہے۔
"یہ تو اچھی بات ہے بیٹا کہ وہ تمہارے بغیر رہنے کا عادی نہیں۔"
"شوہر کی محبت کی قدر کرو۔" میمونہ نے مسکرا کر بیٹی کی پریشان صورت دیکھی۔
انابیہ کے لبوں پر پھیکی سی مسکراہٹ پھیل گئی اب وہ ماں کو بتا کر کیا پریشان کرتی کہ ان کے تعلق میں سب کچھ ہے سوائے محبت کے۔
"میں نے تو آج تک ان سے کوئی فرمائش یا ضد کی ہی نہیں۔ پہلی بار یہاں ہفتہ مزید رکنے کی اجازت مانگی ہے۔ بھلے سے انکار کر دیتے یوں خفا تو نہ ہوتے اور اگر اویس بھائی کی منگنی کا معاملہ نہ ہوتا تو میں ان کا یہ احسان لیتی بھی نہیں لیکن ان کی خوشی میں شامل ہونے کے حق سے تو میں بھی دست بردار نہیں ہوں گی بھلے سے معاذ جتنا مرضی خفا ہو لیں۔"
وہ اپنی عادت کے برخلاف ہٹ دھرمی دکھاتے ہوئے بولی۔ میمونہ نے اسے سمجھانے کے لیے لب کھولنا چاہے پھر کچھ سوچ کر خاموش ہو گئیں۔
☆☆☆
معاذ واپسی کے لیے پیکنگ کر رہا تھا جب فون پر چچی جان کا نام جگمگاتا دیکھ کر حیران ہوا۔ وہ ساس بلکہ چچی کا دل سے احترام کرتا تھا لیکن دونوں میں ٹیلی فونک رابطہ نہ ہونے کے برابر تھا جب لئیق چچا اس سے بات کرتے تو گھڑی، دو گھڑی کے لیے چچی جان فون لے کر حال احوال لے لیتی تھیں۔
آج جانے انہیں کیوں رابطے کی ضرورت پڑی۔ اس نے حیران ہوتے ہوئے کال ریسیو کی رسمی سلام دعا کے بعد میمونہ اصل مدعا پر آ گئیں۔
"انابیہ کو لگتا ہے تم اس کے مزید ٹھہرنے پر خفا ہو گئے ہو اور وہ تمہاری خفگی پر از حد پریشان ہے۔" انہوں نے اسے مسکرا کر بتایا تھا۔
"اسے غلط فہمی ہوئی ہے چچی جان! ایسی کوئی بات نہیں۔" معاذ نے نرم لہجے میں ان کی بات کی تردید کی۔
"نہیں بیٹا! خفا ہونا تمہارا حق ہے انابیہ نے بتایا کہ اس نے آنے سے پہلے بھی تم سے رابطہ نہیں کیا تھا اور اب قیام کی مدت میں اضافہ بھی کر رہی ہے دراصل اگلے ہفتے اویس کی منگنی ہے بس اسی میں شمولیت کی خاطر وہ رکنا چاہ رہی ہے۔" میمونہ کے کہنے پر معاذ بے یقین ہوا تھا۔
"اویس کی منگنی مگر کس سے؟" اس نے خاصا بے تکا سا سوال کیا پھر خود ہی اپنے سوال کی نامعقولیت کا احساس ہوا۔
"ویسے میں نے نوٹ کیا ہے کہ آپ اپنے بھانجے کو بہت چاہتی ہیں آپ کے گھر میں اویس کو بہت خاص حیثیت حاصل ہے۔" وہ دل میں کلبلاتا سوال زبان پر لانے کی ہمت کر ہی بیٹھا تھا۔
میمونہ یہ سوال سن کر پل بھر کو خاموش ہو گئیں۔
پھر ایک اور سوچ نے ان کے دماغ کے دروازے پر دستک دی۔ معاذ کی خفگی کا تانا بانا کہیں اویس سے تو جا کر نہ ملتا تھا۔ وہ بلا کی ذہین خاتون تھیں دل میں پیدا ہوئے خدشے کے پیش نظر انہوں نے برسوں سے اپنائی مصلحت پسندی کی روش ترک کرنے کا سوچا۔
معاذ شوہر تھا انابیہ اور اویس کی قربت سے کوئی غلط معنی بھی اخذ کر سکتا تھا اور حیرت کی بات تھی کہ یہ انہوں نے پہلے کبھی کیوں نہیں سوچا۔ میمونہ پشیمان ہوئی تھیں۔
"ہماری زندگیوں میں اویس کو خاص نہیں بلکہ خاص الخاص حیثیت حاصل ہے اور یہ تمہارے چچا جان کا بڑا پن ہے کہ انہوں نے ہماری زندگیوں میں اویس کی حیثیت کو کھلے دل سے تسلیم کیا ہوا ہے نہ صرف تسلیم کیا ہے بلکہ وہ خود بھی ہر معاملے میں اسی پر بھروسا کرتے ہیں۔ میرا تو چلو وہ سگا بیٹا ہے لیکن

تمہارے چچا جان بھی یہ ہی کہتے ہیں کہ اویس کے ہوتے ہوئے انہیں زندگی میں کبھی بیٹے کی کمی محسوس نہیں ہوئی۔"

میمونہ دھیرے دھیرے بول رہی تھیں۔ اور معاذ اس کا دماغ اس انکشاف پر بھک سے اڑ گیا تھا۔

"کیا کہہ رہی ہیں اویس بیٹا ہے آپ کا؟" اس نے بے یقینی سے پوچھا۔

"ہاں بیٹا! یہ وہ سچ ہے جو اس دنیا کے چیدہ چیدہ لوگوں کو ہی معلوم ہے لیکن اب انابیہ کے حوالے سے تم بھی ہمارے خاندان کا فرد ہو۔ انابیہ سے وابستہ کسی بھی فرد کی زندگی کا کوئی گوشہ تم سے نہیں چھپا ہونا چاہیے۔" وہ سنجیدگی سے بولی تھیں۔ معاذ ہکا بکا انہیں سنے گیا۔

"میرے پہلے شوہر کا انتقال میری شادی کے محض پانچ ماہ بعد ہو گیا تھا۔ اویس میری کوکھ میں آ چکا تھا۔ سسرال میں کوئی میرا وجود برداشت کرنے پر تیار تھا نہ ہی میرے ہونے والے بچے سے کسی کو سروکار تھا۔ ساس سسر تھے نہیں اور جیٹھانیاں میری خوب صورتی سے خائف، انہیں خدشہ ستاتا تھا کہ کہیں ان کے شوہر بیوہ بھاوج کو سہارا دینے کی خاطر کوئی قدم نہ اٹھالیں۔

مجھ پر تو پہلے ہی قیامت ٹوٹی پڑی تھی۔ ان باتوں سے دل برداشتہ ہو کر میں عدت پوری ہونے سے پہلے ہی گھر واپس آ گئی۔

میری بڑی بہن بے اولاد تھیں۔ ڈاکٹری رپورٹوں کے مطابق وہ کبھی ماں بن بھی نہیں سکتی تھیں۔ میرے ماں باپ کو خدشہ ستاتا تھا کہ وہ ایک بچے کے ہوتے ہوئے میرا عقد ثانی کیسے کر پائیں گے۔ آپا اور بھائی صاحب نے اویس کے پیدا ہونے سے پہلے ہی اسے اپنانے کی خواہش کا اظہار کر دیا۔ بھائی صاحب کی پوسٹنگ کھاریاں میں تھی۔ آپا مجھے بھی اپنے ساتھ لے گئیں۔ میرے حمل کا بہت کم لوگوں کو علم تھا وہیں میں نے اویس کو جنم دیا اور آپا کی جھولی میں ڈال دیا۔"

اتنے برس بعد بھی ساری کتھا سناتے ہوئے میمونہ کی آواز کپکپا سی گئی تھی۔ "تمہارے دادا اور میرے والد گہرے دوست تھے بلکہ یوں کہو کہ یک جان دو قالب تھے ان کا شمار ان چند لوگوں میں ہوتا تھا جو مجھ پر ٹوٹی ساری قیامت سے واقف تھے۔"

انہوں نے اس درخواست کے ساتھ میرے لیے تمہارے چچا کا رشتہ پیش کیا کہ اویس کی حقیقت کو کسی اور کے سامنے نہیں لایا جائے گا وہ اماں جان کی ناراضی سے ڈرتے تھے۔ اماں پہلے ہی اپنے کنوارے بیٹے کے لیے ایک بیوہ کو بیاہ کر لانے پر سخت خفا تھیں ان کے علم میں آ جاتا کہ بیوہ ایک عدد بیٹے کی ماں بھی ہے تب تو یہ رشتہ کبھی جڑ ہی نہ سکتا ہاں تمہارے چچا جان سب جانتے تھے اور میں خود کو دنیا کی خوش قسمت عورت گردانتی ہوں جس کو خدا نے ایسے اعلا ظرف جیون ساتھی سے نوازا۔

تمہارے چچا جان اور میرے بہنوئی کے کہنے پر ہی ہم نے اپنے بچوں کے ہوش سنبھالنے پر یہ حقیقت ان کو بھی بتا ڈالی۔ تمہارے چچا جان کہتے ہیں کہ جب میری بچیوں کو خدا نے ایک عدد بھائی سے نوازا ہے تو انہیں بھائی کی محبت اور شفقت بھی ملنی چاہیے۔ انابیہ اور عیشا جان چھڑکتی ہیں اپنے بھائی پر اور اویس کو دونوں کتنی پیاری ہیں مت پوچھو۔ خاص طور پر انابیہ میں تو اس کی جان ہے۔ کہتا ہے عیشا حوصلے والی اور بہادر ہے جبکہ انابیہ کا تو چڑیا جتنا دل ہے وہ اس کے لیے بہت پوزیسو ہے۔"

انہوں نے نم آنکھوں کے ساتھ مسکراتے ہوئے بہن بھائیوں کے پیار سے پردہ اٹھایا۔

"آپا نے اویس کے لیے لڑکی منتخب کر لی تھی لیکن انابیہ نے کہہ رکھا تھا کہ جب تک وہ ہونے والی بھابھی سے نہیں ملے گی رشتہ پکا نہیں ہوگا۔ اویس تو ویسے ہی اس کی کوئی بات نہیں ٹالتا۔ اب انابیہ نے حرا کو دیکھ کر او کے کیا تو رشتہ پکا ہوا اگلے ہفتے منگنی ہے ماشاءاللہ۔"

میمونہ نے بتایا تھا ساری کتھا سن کر چند لمحوں

کے لیے تو معاذ کچھ بول ہی نہ پایا تھا۔
''آپ کو ایک مشورہ دوں چچی جان!'' کچھ توقف کے بعد اس نے ساس کو مخاطب کیا۔
''بولو بیٹا!'' وہ نرم لہجے میں مخاطب ہوئیں۔
''پلیز آپ لوگ اویس کی ہونے والی بیوی سے بہن بھائیوں کا رشتہ کبھی نہ چھپایئے گا اس سے سنگین غلط فہمیاں بھی جنم لے سکتی ہیں۔''
معاذ کے اپنے ذہن پر سے تو جیسے منوں ٹنوں کا وزن اتر گیا تھا لیکن وہ پرخلوص مشورہ دیے بنا نہ رہ پایا۔
''ٹھیک کہتے ہو بیٹا۔ تمہارا مشورہ صائب ترین ہے۔'' میمونہ نے تسلیم کیا۔
''انابیہ سے کہیں وہ سکون سے بھائی کی منگنی کے فنکشن کی تیاری کرے لیکن پلیز آپ اس کے سامنے اس گفتگو کا تذکرہ مت کیجیے گا۔''
اس نے درخواست کی تھی۔ میمونہ نے ٹھیک ہے بیٹا کہہ کر الوداعی کلمات ادا کیے۔ ان کے اپنے دل پر دھرا بوجھ سرک گیا تھا۔ انہیں بخوبی اندازہ ہو گیا تھا کہ اگر آج وہ داماد کو اویس کی حقیقت سے واقف نہ کرتیں تو بیٹی کی شادی شدہ زندگی بھی داؤ پر لگ سکتی تھی۔
''شکر ہے اللہ کا درست وقت پر درست فیصلہ ہو گیا۔'' وہ دل ہی دل میں اللہ کا شکر بجا لائی تھیں۔

☆☆☆

انابیہ کے دل کی بے کلی بڑھتی جا رہی تھی۔ معاذ نے اس دن کے بعد کوئی رابطہ نہ کیا تھا۔ سارہ کے فون سے ہی پتا چلا کہ وہ گھر واپس لوٹ آیا ہے۔ سارہ اور تائی جان دن میں ایک بار ضرور فون کر کے اس کا حال احوال لیتی تھیں۔ اگر کوئی رابطہ نہ تھا تو اس ستم گر کی طرف سے نہ تھا۔
انابیہ کو خود بھی اندازہ نہ تھا کہ وہ اسے کس شدت سے چاہنے لگی ہے۔ معاذ بھلے سے اس کے ساتھ سمجھوتا بھری زندگی گزار رہا تھا لیکن وہ اپنی زندگی کی آخری سانس تک اس کے سنگ جینا چاہتی تھی۔

دونوں کے بیچ محبت کا بندھن بندھ تو چکا تھا چاہے یک طرفہ طور پر ہی سہی۔
''کبھی تو میری محبت آپ سے اپنا آپ منوا کر رہے گی معاذ!'' وہ دل ہی دل میں اس سے مخاطب ہوئی۔
آج وہ گھر پر اکیلی تھی۔ عیشا اور امی خالہ جان کی طرف گئے گئی تھی۔ سب ہی کل ہونے والے فنکشن کے انتظامات میں مصروف تھے۔ اس کی طبیعت پر چھایا جمود ٹوٹنے کا نام ہی نہ لے رہا تھا اس نے بہت مشکل سے سر درد کا بہانہ کر کے عیشا سے پیچھا چھڑوایا جو اسے ساتھ لے جانے پر مصر تھی۔ عصر کی نماز پڑھ کر اس نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تو آنسو تواتر سے اس کے گال بھگونے لگے۔
وہ رب کے حضور ہاتھ پھیلائے بیٹھی تھی جب دروازے پر نامعلوم سی دستک ہوئی۔ یہ باپ کے آنے کا وقت نہ تھا۔
وہ سلیپر پاؤں میں ڈالتی دروازے تک گئی اور کون ہے کے جواب میں جو آواز سنائی دی اسے اپنی سماعتوں پر یقین نہ آیا۔ ایک بڑا سا بیگ کندھے پر ڈالے اور دوسرا ٹرالی بیگ ہاتھ میں تھامے معاذ کھڑا تھا۔
''آپ؟'' وہ حیرانی سے یہ ہی کہہ پائی۔
''سلام دعا کا رواج ختم ہو گیا یہاں۔'' معاذ نے سنجیدگی سے پوچھا۔ انابیہ نے سٹ پٹا کر سلام کیا ساتھ ہی اسے اندر آنے کا راستہ دیا۔
''لگتا ہے گھر پر کوئی نہیں۔'' اندر آ کر اس نے گرد و پیش کا جائزہ لیا۔
''جی بابا ابھی آفس سے لوٹے نہیں اور امی، عیشا خالہ کی طرف گئی ہیں۔''
انابیہ نے سرپٹ دھڑکتے دل کو قابو میں کرنے کی کوشش کرتے ہوئے دھیرے سے بتایا۔ شادی کے بعد وہ پہلی بار اتنے دنوں کے لیے معاذ سے دور رہی تھی اور اب اچانک اسے دیکھ کر حواس جانے کیوں بے قابو ہوئے جا رہے تھے۔

معاذ نے ایک تفصیلی نگاہ اس کے بوکھلائے ہوئے چہرے پر ڈالی پھر بیگ سمیت اس کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ وہ اس کے پیچھے پیچھے تھی۔

''چائے پانی پوچھنے کا تو تمہارا موڈ نہیں لگ رہا۔ میں جلدی سے عصر پڑھ لوں۔ ٹائم تیزی سے نکل رہا ہے۔''

وہ اسے مزید شرمندہ کرتا موزے اتارنے لگا۔ انابیہ گڑبڑا کر واپس پلٹی تھی اور جس وقت وہ ٹھنڈے پانی کی بوتل اور گلاس لیے واپس آئی معاذ واش روم میں جاچکا تھا۔ انابیہ بیڈ کے ایک کونے پر بیٹھ کر حیرت سے بھاری بھرکم بیگز کو دیکھ رہی تھی آخر معاذ اتنا سامان کیوں اٹھا لایا تھا۔ معاذ وضو کر کے باہر نکلا ایک نگاہ اس کے حیران پریشان چہرے پر ڈالی پھر بنا کچھ کہے پہلے سے بچھی جائے نماز پر نماز کے ارادے سے کھڑا ہو گیا۔ انابیہ نے کن انکھیوں سے اسے دیکھا۔ وہ پورے خشوع و خضوع سے نماز کی ادائیگی میں مصروف تھا۔

اس نے ڈھیر سے ایک بیگ کی زپ کھولی اندر بھرے سامان کو دیکھ کر اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ جس وقت معاذ سلام پھیر کر اس کی جانب متوجہ ہوا وہ ساری جھجک بالائے طاق رکھتے ہوئے بیگ کا سامان کارپٹ پر ڈھیر کر چکی تھی۔ جہیز، بری میں انابیہ کے سرد موسم کے سارے ملبوسات کے علاوہ گرم ٹوپی، مفلر، جرابیں، دستانے اور جانے کیا کچھ۔

''آپ میرا سامان دینے آئے ہیں؟'' وہ آنکھوں میں ہراس لیے اس سے مخاطب تھی پل بھر کے لیے معاذ سوال سمجھ ہی نہ پایا اور جب سمجھا تو شرمندگی کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوب گیا۔ وضاحت کے لیے لب کھولنے ہی والا تھا کہ انابیہ کا وجود ہچکیوں سے لرزنے لگا۔

''میں یہاں نہیں رہوں گی۔ آپ کے ساتھ زبردستی واپس جاؤں گی۔ میرا ساتھ آپ کے لیے نا پسندیدہ سمجھوتا ہی سہی لیکن میں آپ کو بتائے دے رہی ہوں کہ میں سدا آپ کے ساتھ ہی رہوں گی۔ آپ خدا کے لیے مجھے بتائیں تو سہی جیون ساتھی کے لحاظ سے آپ کے ذہن میں کیا خاکہ ہے میں خود کو اسی سانچے میں ڈھال لوں گی پلیز آپ جس سمجھوتے پر کاربند ہیں اسی پر قائم رہیں مجھ سے پیچھا مت چھڑوائیں، میں آپ کے بغیر نہیں رہ پاؤں گی۔'' وہ بری طرح رو رہی تھی۔

''پلیز انابیہ میری جان، میری زندگی خود کو یوں ہلکان اور مجھے مزید شرمندہ مت کرو۔'' معاذ نے اپنے اور اس کے بیچ کا فاصلہ مٹایا تھا وہ روتے ہوئے کچھ سننے پر آمادہ نظر نہ آ رہی تھی۔

''میں بار بار اپنے اور تمہارے تعلق کے لیے سمجھوتے کا لفظ استعمال کرتا تھا تو وہ میری زندگی کی سب سے بڑی بے وقوفی تھی۔ مجھے یہ غلط فہمی ہو گئی تھی کہ تم میرے ساتھ شادی پر محض دادی جان کی وجہ سے مجبور ہوئی ہو۔ میری طرف کا سچ یہ ہے کہ میں روز اول سے تمہیں چاہتا تھا بلکہ یہ رشتہ سو بلکہ دو سو فی صد میری خواہش پر طے ہوا تھا۔

''شادی سے پہلے تمہارے لیے پسندیدگی بھرے جذبات شادی کے بعد شدید ترین بلکہ طوفانی محبت میں بدل گئے تھے لیکن تمہاری اداس صورت اور مسلسل گیلی آنکھیں مجھے اس غلط فہمی میں مبتلا رکھتی تھیں کہ شاید تم اس رشتے پر دل سے راضی نہیں۔ یہ ہی میری سب سے بڑی بے وقوفی تھی۔''

وہ اعتراف کر رہا تھا اور اس اعتراف پر انابیہ سن ہو کر رہ گئی۔

''جس لڑکی کا شوہر اسے شادی کے وقت ہی یہ باور کروا دے کہ یہ بندھن محض ایک سمجھوتہ ہے اس کی آنکھوں میں ہر وقت آنسو ہی رہنے تھے معاذ۔'' وہ اپنے بے تحاشا امڈتے آنسوؤں پر قابو پانے کی کوشش کرتی کپکپاتی آواز میں بولی تھی۔

''مجھے صرف تائی جان سے ڈر لگتا تھا اور ان کے غصے کی وجہ سے آپ سے شادی کے وقت خوف زدہ تھی لیکن یہ سب شادی سے پہلے کی بات تھی۔

شادی کے بعد آپ کو ایک لمحے کے لیے بھی میری محبت اور اس رشتے سے میری کمٹمنٹ نظر نہیں آئی اور آج آپ مجھ سے محبت کے دعوے دار بن کر آ گئے ہیں۔"

وہ صرف خفا نہیں بلکہ شدید ترین خفا تھی اور معاذ بے بس سا ہو کر اسے دیکھے جا رہا تھا۔ اس کی ساری خفگی برحق تھی۔ اتنے دنوں سے وہ خود بھی تو اپنے آپ کو لتاڑنے میں مصروف تھا۔ اپنی پاک دامن بیوی کے کردار پر شک کر کے کس گناہ عظیم کا مرتکب ٹھہرا تھا وہ...... وہ بات کی وضاحت مانگ کر دل صاف کر سکتا تھا۔ جانے اس سے اتنی تاخیر کیوں ہوئی۔

قصور انابیہ کے گھر والوں کا بھی تھا جنہوں نے اس سے اویس کا حقیقی رشتہ پوشیدہ رکھا لیکن پھر اس نے خود ہی ان لوگوں کو کلین چٹ دے دی۔ سب سے زیادہ قصور اس معاشرے کا تھا جس میں ایک بچے کی بیوہ ماں عقدِ ثانی کے لیے معاشرے کی نگاہ میں ناقابل قبول ٹھہرتی ہے۔ اسلام کا دعویدار معاشرہ سنہری اسلامی تاریخ سے صرف پڑھنے کی حد تک دلچسپی رکھتا تھا۔ عملی زندگی میں کسی کو ان روشن مثالوں سے کوئی سروکار نہ تھا لیکن پھر اسے دادا جان اور لئیق چچا کا خیال آیا تو یقیناً ایسے ہی لوگوں کی وجہ سے دنیا کی تابنا کی قائم تھی۔ وہ تو خود سے بھی نگاہیں ملانے کے قابل نہ تھا لیکن انابیہ کے سامنے اپنی غلط فہمی کی وجہ کا اقرار کر کے اسے دکھی اور اس کی نگاہوں میں خود کو گرانا بھی نہ چاہتا تھا۔

"اچھا اب رونا تو بند کرو۔ زندگی کی پہلی اور آخری غلطی سمجھ کر معاف کر دو۔ محبت تو ہمیشہ سے کرتا تھا ہاں بس اعتراف اور اقرار میں دیر ہو گئی۔ اب بار بار اس محبت کا اقرار کروں گا بھلے سے تم اعتبار کرو یا نہ کرو۔"

"کیوں اعتبار نہیں کروں گی۔ آپ جتنی کٹھور سمجھ رہے ہیں اتنی نہیں ہوں میں۔" انابیہ نے ہتھیلی کی پشت سے اپنے آنسو پونچھے۔ چہرے سے البتہ ابھی تک خفگی کے بادل نہ چھٹے تھے۔

"صرف اعتبار ہی کرو گی یا اقرار بھی سننے کو ملے گا۔" معاذ نے محبت پاش نگاہوں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ذرا دیر پہلے وہ بھی کر چکی ہوں۔ دادی جان نے آپ کی تعریفیں کر کے بلاوجہ آپ کی محبت میرے دل میں جگا دی گی ورنہ میری محبت کے قابل نہیں تھے آپ۔" وہ ہنوز روٹھی ہوئی تھی۔

"اب بندہ ناچیز خود کو اس قابل بنا لے گا۔ کہا ہے ناں آئندہ زندگی میں کبھی شکایت کا موقع نہ دوں گا۔ بس ابھی تو خفگی ختم کر کے ایک مسکراہٹ سے نواز دو۔" اس نے گویا منت کی۔

"آپ یہ میرا سامان کیوں اٹھا لائے۔ مجھے لگا کہ آپ مجھے چھوڑنے کے ارادے سے آئے ہیں۔" اس کی آواز دوبارہ بھرا گئی۔

"ناردرن ایریاز میں کڑاکے کی سردی پڑ رہی ہو گی یار۔ اس سامان کے بغیر کب گزارا ہو گا۔" اس بار معاذ نے اس کے آنسو پونچھتے ہوئے جواب دیا۔

"وہاں کون جا رہا ہے؟" انابیہ نے حیران ہو کر پوچھا۔

"تمہارا بیگ لے کر میں جا رہا ہوں۔" اس بے تکے سوال پر خفا ہونے کی باری اب معاذ کی تھی۔ انابیہ خجل سی ہو گئی۔

"چھٹی لے کر آیا ہوں یار۔ کل تمہارے بھائی کی منگنی اٹینڈ کریں گے اور پرسوں صبح سویرے شمال کی طرف نکل لیں گے۔ اپنی طرف سے تو میں تمہارا سارا ضروری سامان لے آیا ہوں بلکہ سارہ نے ہی میرے ساتھ مل کر پیکنگ کروائی ہے اگر کسی چیز کی کمی بیشی ہے تو آج رات کو شاپنگ پر چل پڑیں گے۔"

"میں نے اویس بھائی کی منگنی پر اپنے جہیز یا بری کا کوئی پرانا سوٹ نہیں پہننا۔ پہلے آپ مجھے کل کے فنکشن کی شاپنگ کروائیں گے۔"

انابیہ یک لخت روایتی بیوی بنتے ہوئے فرمائش کر بیٹھی تھی۔ عیشا کے بار بار اصرار پر وہ

شاپنگ پر راضی نہ ہوئی تھی لیکن اب اسے اپنی تیاری کی فکر پڑی تھی۔

"جو حکم جناب کا۔" معاذ سرِ تسلیم خم کیسے نہ کرتا۔

اتنے میں ہی باہر دروازے کی اطلاعی گھنٹی بجی تھی۔

"تمہارے اویس بھائی ہوں گے۔" معاذ نے فوراً پیش گوئی کی تھی۔

"آپ کو کیسے پتا؟" انابیہ حیران ہوئی تھی۔

"ان کا ٹریک ریکارڈ ہے جب میں رومانٹک ہونے کا موڈ بنانے لگوں وہ ٹپک پڑتے ہیں۔" معاذ ٹھنڈا سانس بھرتے ہوئے بولا۔

یہ اور بات کہ آج اویس کے ذکر پر دل و دماغ میں کوئی تلاطم برپا نہ ہوا تھا۔ انابیہ اپنا ہاتھ چھڑاتی۔ چہرے کی سرخی پر قابو پاتی دروازہ کھولنے بڑھی۔ پیچھے پیچھے معاذ تھا۔ اویس کو دیکھ کر اس کے چہرے پر جاندار مسکراہٹ بکھر گئی۔

"آپ کب آئے؟" اویس نے بھی خوش گوار حیرت سے اسے دیکھا۔

"یار! تم نے تو اپنی منگنی کی دعوت تک نہیں دی۔ تم اکلوتے سالے ہو تو فی الحال تک تو میں بھی تمہارا اکلوتا بہنوئی ہوں۔ بن بلایا مہمان بن کر تمہاری انگیجمنٹ میں شریک ہونے پہنچ گیا ہوں۔" معاذ نے اس سے گرم جوشی سے معانقہ کیا ساتھ ہی بے تکلفی سے شکوہ بھی کر ڈالا۔

"انابیہ! تم نے اب تک معاذ کو انوائیٹ نہیں کیا تھا۔ کتنی بار یاددہانی کروا چکا تھا میں۔" اویس نے بہن کو گھورا۔

"فون خراب تھا اویس بھائی۔" اس نے منمنا کر جواب دیا۔

"یہ اس کا دوسرا سیل فون ہے جو چھپکلی دیکھ کر ہاتھ سے چھوٹا ہے۔ آپ کو یہ مستقل خرچا برداشت کرنا پڑے گا معاذ!" اویس مسکرا کر بولا۔ فون گرنے کی وجہ سے وہ بھی بخوبی واقف تھا۔ معاذ اس کی بات سن کر ہنس پڑا تھا۔

"اور سناؤ یار کل کے فنکشن کے کسی بھی انتظام کے لیے میری کسی مدد کی ضرورت۔" معاذ نے اپنائیت سے پوچھا۔ اویس جانتا تھا کہ معاذ کے لہجے میں آنے والی اپنائیت کی وجہ اس کے رشتے سے واقفیت ہے۔ میمونہ نے آج ہی بیٹے کو ساری بات بتائی تھی اور وہ ماں کے اس فیصلے پر جی بھر کر مطمئن تھا۔

"بالکل جناب آپ مدد نہیں کروائیں گے تو اور کون کروائے گا اکلوتا سالا جو ٹھہرا۔" اویس نے بھی شگفتگی سے مسکراتے ہوئے اسی کی بات لوٹائی۔

"اگر تھکے ہوئے نہیں تو چلیں میرے ساتھ۔ انتظامات کو حتمی شکل دے رہے ہیں میری دونوں ماؤں نے تو منگنی کو بھی گرینڈ فنکشن بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔" اویس بے تکلفی سے بولا۔

"ایک سیکنڈ میں اپنا والٹ اور موبائل لے آؤں۔" معاذ واپس اندر مڑا پیچھے پیچھے انابیہ تھی۔

"یہ سالے صاحب جانے کب تک ظالم سماج کا فریضہ انجام دیں گے۔ چلو شکر ہے کل خود کسی کے ہتھے چڑھیں گے تو ہمیں کچھ سکون ملے گا۔" معاذ ذرا جلے بھنے انداز میں بولا تھا۔

"آفٹر آل ٹائپ کے داماد مت بنیں۔ میرے بھائی دنیا کے سب سے اچھے بھائی ہیں۔" انابیہ مسکرا کر بولی۔

"آپ کے بھائی کی یہ بہن بھی دنیا کی سب سے اچھی، خوب صورت اور مثالی بیوی ہے۔" معاذ نے شرارت سے اس کی ناک دبائی۔

"تیار رہنا۔ سالے صاحب کو بھگتا لوں پھر تمہیں شاپنگ پر لے کر جاؤں گا۔" وہ مسکرا کر کہتا کمرے سے نکلا۔

انابیہ کی پلکیں ایک بار پھر بھیگی تھیں۔ اس بار یہ تشکر کے آنسو تھے۔ رب نے اس کی جھولی میں شوہر کی محبت ڈالی تھی اور اس کا روم روم اپنے رب کا شکر گزار تھا۔

☆☆